

صلى الله  
عليه وسلم

# حضرت نبی کریم کے

## غزوات



7  
)

حضرت نبی کریم ﷺ

کے

غزوات

مرتبہ

شمینہ شہزاد

ایم اے اسلامیات، اردو  
(پنجاب یونیورسٹی)

عہد سنی قذافی مارکیٹ  
اردو بازار - لاہور

M/304801

297-9921

ش 67  
140890  
۲ضابطہ

کتاب	:	رسول اللہ ﷺ کے غزوات
مرتبہ	:	شمینہ شہزاد
سرورق	:	نعیم اسلم
کمپوزنگ	:	کامران عمر
قیمت	:	250 روپے

## فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات
5	حرفِ آغاز
7	غزواتِ رسول ﷺ اور اصولِ جنگ
9	غزوات
10	غزوۃ ابواء (صفر المظفر ۲ ہجری)
30	غزوۃ بدر (۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری)
33	غزوۃ بنو قینقاع (۱۵ شوال یومِ شنبہ ۲ ہجری)
34	غزوۃ غطفان (محرم الحرام ۳ ہجری)
37	غزوۃ أحد (شوال المکرم ۳ ہجری)
57	غزوۃ بنی نضیر (ربیع الاول ۳ ہجری)

صفحہ نمبر

۷۱-۵۵-۷۱

64	غزوہ بنی المصطلق (شعبان یوم دو شنبہ ۵ ہجری)
73	غزوہ خندق (ذی قعدہ پانچ ہجری)
86	غزوہ بنی قریظہ (ذی قعدہ یوم چہار شنبہ ۵ ہجری)
87	غزوہ خیبر (محرم الحرام ۷ ہجری)
104	غزوہ موتہ (جمادی الاول ۸ ہجری)
106	فتح مکہ (رجب المرجب ۸ ہجری)
114	غزوہ تبوک (رجب المرجب ۹ ہجری)
127	کتابیات

## حرفِ آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اَمَا بَعْدُ

اللہ تبارک و تعالیٰ کے مبارک اور بابرکت اسمائے گرامی سے آغاز کرتا ہوں کہ وہ بہت ہی زیادہ مہربان، شفیق اور رحم فرمانے والا ہے نیز اپنے پیارے رسول خاتم النبیین، شفیح المذنبین، تاجدار انبیاء، افضل البشر، محسن کائنات، خاتم المرسلین، آقائے دو جہاں حضور نبی کریم ﷺ پر لاکھوں، کروڑوں درود نیز آپ ﷺ کی آل، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن پر بھی لاکھوں کروڑوں درود و سلام۔

جنگ کے اصول قوانین فطرت کی طرح غیر متبدل ہوتے ہیں۔ فتح کے حصول کے لیے ان کی پابندی کرنا لازمی ہے۔ رسول خدا ﷺ کی جنگوں میں ان اصولوں کی تلاش ہم سب کے لیے سود مند اور باعثِ تقلید ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ترجمہ: ”ان کافروں سے جہاد و قتال کرو تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو

قرب سے محبت و عقیدے سے محبت

کے لیے محبت و عقیدے سے محبت  
 کی بنا پر محبت و عقیدے سے محبت  
 کی بنا پر محبت و عقیدے سے محبت  
 کی بنا پر محبت و عقیدے سے محبت  
 کی بنا پر محبت و عقیدے سے محبت

محبت سے محبت و عقیدے سے محبت  
 محبت سے محبت و عقیدے سے محبت  
 محبت سے محبت و عقیدے سے محبت  
 محبت سے محبت و عقیدے سے محبت  
 محبت سے محبت و عقیدے سے محبت  
 محبت سے محبت و عقیدے سے محبت  
 محبت سے محبت و عقیدے سے محبت  
 محبت سے محبت و عقیدے سے محبت  
 محبت سے محبت و عقیدے سے محبت  
 محبت سے محبت و عقیدے سے محبت

باجران العظم





## غزوات

ہر وہ لشکر جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس خود موجود ہوں اسے غزوہ اور غزوات کہتے ہیں اور جس لشکر میں آپ ﷺ خود موجود نہ ہوں بلکہ کوئی فوج روانہ فرمائی ہو اسے بعث اور سریہ کہتے ہیں۔ صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ سریہ یعنی رات میں سیر کرنا ہے اور اہل سیر کی اصطلاح میں لشکر کا وہ ٹکڑا جسے دشمن پر تاخت کے لئے بھیجا گیا ہو سریہ کہتے ہیں۔ صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ سریہ لشکر کا وہ ٹکڑا ہے جو لشکر سے جدا ہو کر جاتے پھر اسی لشکر میں لوٹ کر شامل ہو جاتے اور ان کی تعداد سو سے پانچ سو تک ہو۔ اور اگر پانچ سو سے زیادہ ہو تو اسے ”منبر“ (بروزن منبر) کہتے ہیں اور جو آٹھ سو سے زیادہ ہو اسے ”جیش“ کہتے ہیں اگر چار ہزار سے زیادہ ہو جائے تو ”جبل“ (بتقدیم جیم برحا) اور لشکر عظیم کو ”خمیس“ کہتے ہیں جس میں پانچ ٹکڑے ہوں مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ، اور ساقہ، اور کتیبہ اور لشکر وہ ہے جو مجتمع ہو بکھرا ہوا نہ ہو۔

ان غزوات کی تعداد جس میں حضور ﷺ بنفس نفیس شریک ہو کر تشریف لائے تائیس ہے جیسا کہ مواہب میں ہے اور صاحب روضۃ الاحباب کے قول کے بموجب اکیس اور ایک اور قول کے بموجب چوبیس بھی منقول ہے

اس کی وجہ تطبیق بھی بیان کی گئی ہے اور تعجب ہے کہ وہ قول جو صحیح بخاری میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو انیس غزوات کا ہے ذکر نہیں کیا گیا ہے نو غزوات ایسے ہیں جن میں قتال واقع ہوا ہے وہ یہ ہیں۔ غزوہ بدر، احد، احزاب، بنو قریظہ، بنو المصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف۔ اور سرایا کی تعداد سینتالیس تھی اور بعض اسے چھپن کہتے ہیں۔



کرامت  
ک  
حضرت  
نمبر  
رانی ہو  
کے بعد  
ابو عبید  
تھے اور

## غزوة ابواء (صفر المظفر ۲ ہجری)

سب سے پہلا غزوة ابواء کا ہے۔ روضتہ الاحباب میں ہے کہ یہ غزوة دوسرے سال کے اول میں یا پہلے سال کے آخر میں واقع ہوا ہے کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا اور خود صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ بنی ضمیر کے قافلہ پر جو قریش کا ایک قبیلہ ہے، تاخت کرنے کے قصد سے باہر تشریف لائے اور حامل لواء یعنی جھنڈا اٹھانے والے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے۔ جب حضور ﷺ مقام ابواء پہنچے تو قبیلہ بنی ضمیرہ کا سردار مخنشی بن عمر ضمیری صلح کے ساتھ پیش آیا حضور اکرم ﷺ بھی صلح پر راضی ہو گئے اور صلح نامہ لکھا گیا پھر وہ قافلہ پندرہ دن کے بعد مکہ مکرمہ لوٹ گیا اس کے بعد اسی منزل ابواء میں اور ایک قول کے بموجب اس سے پہلے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث بن عبدالمطلب جو کہ حضور ﷺ کے ابن عم، چچا زاد بھائی تھے اور حضور ﷺ سے ان کی عمر دس سال زیادہ تھی اسلام لائے۔

## غزوة بدر (۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری)

ہجرت کے دوسرے سال غزوة بدر کا واقعہ پیش آیا اس غزوة کو غزوة بدر کبریٰ اور ”غزوة بدر عظمیٰ“ بھی کہتے ہیں بدر ایک بستی کا نام ہے جو بدر بن مخلد بن نصر بن کنانہ سے منسوب و مشہور ہے اس نے اس جگہ پڑاؤ کیا تھا یا یہ بستی بدر بن حارث سے منسوب ہے جس نے یہاں کنواں کھودا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہاں ایک بوڑھا شخص مدتوں سے رہتا تھا جس کا نام بدر تھا۔ اس بنا پر اس بستی کو اسی کے نام سے منسوب کر دیا۔ یا اس کا نام اس بناء پر ہے کہ اس کا دائرہ وسیع تھا اور اس کا پانی اتنا صاف و شفاف تھا کہ اس میں بدر کامل نظر آتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے تمام غزوات میں یہ بہت عظیم غزوة تھی کیوں کہ اس کے ذریعہ دین کی عزت و شوکت روشن ہوئی اور اسلام کا ناموس تاباں ہوا، اس دن کو ”یوم الفرقان“ سے تعبیر کیا گیا ہے کیوں کہ اس سے حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز رونما ہوا تھا فرمایا۔ **يَوْمَ التَّقِيَةِ الْجَمْعَانِ**۔ مطلب یہ کہ مسلمان اور کافر اس دن جمع ہوئے اور اس دن حق تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو غالب فرمایا اور کفر کی بنیادوں کو شکست دے پامال کر کے ذلیل خوار بنایا۔ حالانکہ مسلمانوں کی تعداد کم اور دشمنان دین کی تعداد زیادہ تھی اور کفار جنگ کے پورے ساز و

سامان سے لیس ہو کر اتراتے اور تکبر کرتے آئے تھے مگر حق تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو عزت دی اور اپنے دین کو مضبوط و قوی فرمایا اور اس کے جاہ و جلال کے چہرے کو منور و روشن بنایا اور شیاطین کو ذلیل و خوار کر کے ان کو رو سیاہ کیا۔

شروع رمضان میں رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان قریش کے قافلہ تجارت کو شام سے مکہ واپس لا رہا ہے جو مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے اس کی خبر دی اور فرمایا یہ قریش کا کاروان تجارت ہے جو مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے تم اس کی طرف خروج کرو عجب نہیں کہ حق جل و علا تم کو وہ قافلہ غنیمت میں عطا فرمائے۔

چونکہ جنگ و جدال اور قتل و قتال کا وہم و گمان بھی نہ تھا اس لئے بلا کسی جنگی تیاری اور اہتمام کے نکل کھڑے ہوئے ابوسفیان کو یہ اندیشہ لگا ہوا تھا اس لئے جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہنچا تو ہر راہ گسیر اور مسافر سے آپ کے حالات اور خبریں دریافت کرتا تا آنکہ بعض مسافروں سے اس کو یہ خبر ملی کہ محمد (ﷺ) نے اپنے اصحاب کو تیرے قافلے کی طرف خروج کا حکم دیا ہے۔ ابوسفیان نے اسی وقت ضمضم غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ قریش کو اطلاع کر دے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے قافلہ کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں۔ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو لے کر اس قافلہ سے تعارض کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے

گئے ہوں مگر غزوہ تبوک کے علاوہ غزوہ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا لیکن غزوہ بدر

سے تخلف کرنے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ صرف قافلہ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے حسب الاتفاق بلا کسی قصد کے اللہ نے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے بھڑا دیا۔“

۱۲ رمضان المبارک کو رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تین سو تیرہ یا چودہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ بے سرو سامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا اور ایک حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تھا اور ایک ایک اونٹ دو دو اور تین تین آدمیوں میں تھا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر میں جاتے وقت ایک اونٹ تین تین آدمیوں میں مشترک تھا۔ ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے شریک تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پیادہ چلنے کی نوبت آئی ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ آپ سوار ہو جائیں ہم آپ ﷺ کے بدلہ میں پیادہ پا چل لیں گے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور تم سے زیادہ میں خدا کے اجر سے بے نیاز نہیں۔

بیرابی عنبہ پر پہنچ کر جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے تمام جماعت کا معائنہ فرمایا۔ جو کم عمر تھے ان کو واپس فرما دیا، روجاء میں پہنچ کر ابولبابہ بن عبد المنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر واپس کیا۔

اس لشکر میں تین علم تھے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں اور دوسرا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور تیسرا کسی انصاری کے ہاتھ میں تھا۔ جب مقام صفراء کے قریب پہنچے تو اپنے دو ساتھیوں بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی کو قافلہ ابوسفیان کے بحس کے لئے آگے روانہ کیا اور ادھر ضمضم غفاری ابوسفیان کا پیام لے کر مکہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ مکہ پہنچ کر ضمضم نے اپنے اونٹ

کے ناک، کان کاٹ دیئے۔ کجاوہ الٹ دیا تھا اور اپنی قمیص پھاڑ دی تھی۔ اس ہیت کذائی میں وہ اپنے اونٹ پر سوار یوں یوں پکار کر کہہ رہا تھا۔

”اے گروہ قریش! قافلہ تجارت! قافلہ تجارت! تمہارا مال ابوسفیان کے ساتھ ہے۔ محمد اور اس کے اصحاب اس کے سدراہ ہو گئے ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ تم اسے بچا لو گے۔ فریاد! فریاد!“

اس خبر کو سن کر قریش کہنے لگے کہ کیا محمد اور اس کے اصحاب گمان کرتے ہیں کہ یہ قافلہ بھی عمرو بن حضرمی کی مانند ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ایسا نہیں۔ غرض قریش جلدی سے نکلے۔ نیز اس خبر کے پہنچنے سے تمام مکہ میں ہل چل پڑ گئی، اس لئے کہ قریش میں کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا تھا کہ جس نے اپنی پوری پونجی اور سرمایہ اس میں شریک نہ کر دیا ہو، اس لئے اس خبر کے سنتے ہی تمام مکہ میں جوش پھیل گیا اور ایک ہزار آدمی پورے سامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے، ابو جہل سردار لشکر تھا۔

قریش نہایت کروفر اور سامان عیش و طرب کے ساتھ گانے بجانے والی عورتوں، طبیلوں اور طبلچیوں کو ساتھ لے کر اکڑتے ہوئے اور اترتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

”اے مسلمانو! تم ان کافروں کی طرح مت ہو جانا جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے، اپنی قوت اور شوکت کو دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں۔“

تقریباً تمام سرداران قریش شریک لشکر ہوئے، صرف ابولہب کسی وجہ سے نہ جاسکا اور اپنے بجائے ابو جہل کے بھائی عاص بن ہشام کو روانہ کیا۔

عاص بن ہشام کے ذمہ ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے اور مفلس ہو جانے کی وجہ سے ادا کرنے کی استطاعت نہ رہی تھی، اس لئے قرض کے دباؤ

میں ابولہب کے عوض جنگ میں جانا قبول کیا اور اسی طرح امیہ بن خلف ناخلف نے بھی اول اول بدر میں جانے سے انکار کیا لیکن ابو جہل کے جبر اور اصرار سے ساتھ ہو لیا۔

امیہ کے انکار کا سبب یہ تھا کہ سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت سے امیہ کے دوست تھے۔ امیہ جب بغرض تجارت شام جاتا تو راستہ میں مدینہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس اترتا اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب مکہ جاتے تو امیہ کے پاس اترتے آنحضرت ﷺ کے ہجرت مدینہ کے بعد ایک مرتبہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ آئے اور حسب دستور امیہ کے پاس ٹھہرے اور امیہ سے یہ کہا کہ طواف کرنے کے لئے مجھے ایسے وقت لے چلو جب حرم لوگوں سے خالی ہو۔ امیہ دوپہر کے وقت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلا طواف کر رہے تھے کہ ابو جہل سامنے سے آگیا اور یہ کہنے لگا اے ابوصفوان (یہ امیہ کی کنیت تھی) یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے امیہ نے کہا سعد ہے ابو جہل نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص اطمینان سے طواف کر رہا ہے۔ تم ایسے بے دینوں کو ٹھکانہ دیتے ہو اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہو۔ اے سعد! خدا کی قسم اگر ابوصفوان یعنی امیہ تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تم یہاں سے صحیح و سالم واپس نہیں جاسکتے تھے سعد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو خدا کی قسم میں مدینہ سے تیرا شام کا راستہ بند کر دوں گا۔ امیہ نے سعد سے کہا تم ابوالحکم (یعنی ابو جہل) پر اپنی آواز نہ بلند کرو، یہ اس وادی کا سردار ہے، سعد نے ترش روئی سے کہا کہ اے امیہ! بس رہنے دے خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابو جہل حضور پر نور ﷺ کے اصحاب اور احباب کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ امیہ نے کہا کہ کیا میں مکہ میں مارا جاؤں گا، سعد نے کہا یہ مجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں اور کس جگہ مارا



جائے گا، یہ سن کر امیہ گھبرا گیا اور بہت ڈر گیا اور جا کر اپنی بیوی ام صفوان سے اس کا تذکرہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ امیہ نے یہ کہا واللہ ما یکذب محمد فکادان یحدث، خدا کی قسم محمد کبھی غلط نہیں کہتے اور قریب تھا کہ خوف و ہراس اس کی وجہ سے امیہ کا پیشاب اور پاخانہ خطا ہو جائے۔ امیہ پر اس درجہ خوف و ہراس غالب ہوا کہ یہ ارادہ کر لیا کہ کبھی مکہ سے باہر نہ نکلوں گا۔ چنانچہ جب ابو جہل نے لوگوں سے بدر کی طرف نکلنے کو کہا تو امیہ کو مکہ سے نکلنا بہت گراں تھا، اس کو اپنی جان کا ڈر تھا، ابو جہل امیہ کے پاس آیا اور چلنے کے لئے اصرار کیا، ابو جہل نے جب یہ دیکھا کہ امیہ چلنے پر تیار نہیں تو یہ کہا کہ آپ سردار ہیں، اگر آپ نہیں نکلیں گے تو آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی نہیں نکلیں گے، غرض ابو جہل امیہ کو چمٹا رہا اور برابر اصرار کرتا رہا، بالآخر یہ کہا کہ اے ابو صفوان! تیرے لئے نہایت عمدہ اور تیسز رو گھوڑا خریدوں گا تاکہ جہاں خطرہ محسوس کر دو فوراً اس پر بیٹھ کر واپس آ جاؤ، امیہ جانے کے لئے تیار ہو گیا اور گھر میں جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میرے سفر کا سامان تیار کر دو۔ بیوی نے کہا کہ اے ابو صفوان! تم کو اپنے یثربی بھائی کا قول یاد نہیں رہا، امیہ نے کہا کہ میرا ارادہ تھوڑی دور تک جانے کا ہے پھر واپس آ جاؤں گا، پس امیہ اسی ارادہ سے روانہ ہوا اور جس منزل میں اترتا اپنا اونٹ ساتھ باندھتا مگر قضاء و قدر نے بھاگنے کا موقع نہیں دیا، بدر پہنچا اور میدانِ قتال میں صحابہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ غرض یہ کہ امیہ کو اپنے قتل کا یقین تھا۔ ابو جہل کی زبردستی سے ساتھ ہولیا ابو جہل خود بھی تباہ ہوا اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔

روحاء سے چل کر جب آپ ﷺ مقام صفراء پر پہنچے تو بسبس اور عدی نے آ کر آپ ﷺ کو قریش کی روانگی کی اطلاع دی۔ اس وقت آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کو مشورہ کے لئے جمع فرمایا اور قریش کی اس شان سے روانگی کی

خبر دی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جان ثناری فرمایا اور بسرو چشم آپ کے اشارے کو قبول کیا اور دل و جان سے اطاعت کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جان ثناری فرمایا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے بہت ہی بہترین تقریر کی جس کا مفہوم

یہ ہے:

”یا رسول اللہ (ﷺ)! جس چیز کا اللہ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجیے، ہم سب آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہ کہیں گے کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب جا کر لو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، ہم بنی اسرائیل کے خلاف یہ کہیں گے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا پروردگار جہاد و قتال کرے ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد و قتال کریں گے۔“

محمد ابن اسحاق کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے یہ تقریر مقام صفراء میں فرمائی اور صحیح بخاری اور نسائی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے دن یہ تقریر کی۔ لیکن دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں۔ اول حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے یہ تقریر صفراء میں آپ ﷺ کے جواب میں کی اور بعد ازاں مختلف مقامات پر لذت حاصل کرنے کے لئے ان جان نثارانہ اور مخلصانہ کلمات کو بار بار دہراتے رہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مقداد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے کہ رسول اللہ

ﷺ نے ہم و فافلہ ابی سفیان کی خبر دی اور فرمایا کہ اگر تم اس کی طرف خسروج کرو تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو غنیمت عطا فرمائے۔ ہم نے عرض کیا: بہتر ہے اور روانہ ہو گئے جب ایک دو دن کا راستہ طے کر چکے تب آپ ﷺ نے ہم کو مکہ سے قریش کے روانہ ہونے کی خبر دی اور جہاد و قتال کے لئے تیار ہو جانے کا ارشاد فرمایا۔ بعض لوگوں نے کچھ تا مل کیا (کیونکہ گھر سے اس ارادہ سے نہ چلے تھے) حضرت مقداد کھڑے ہوئے اور اظہارِ جان نثاری فرمایا۔ کاش ہم سب ایسا ہی کہتے جیسا مقداد نے کہا۔ یعنی کاش ابتداءً ہم سب ایسا ہی کہتے اس لئے کہ بعد میں پھر سب نے یہی کیا، دلوں میں سب کے وہی تھا جو حضرت مقداد فرما رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ مع اپنے اصحاب کے بدر پہنچ گئے مگر قریش نے پہلے پہنچ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ کر لیا اور مناسب موقعوں کو اپنے لئے چھانٹ لیا۔ بخلاف مسلمانوں کے کہ ان کو نہ پانی ملا اور نہ جگہ مناسب ملی۔ ریتلا میدان تھا جہاں چلنا ہی دشوار تھا۔ ریت میں پیر دھنس دھنس جاتے تھے۔ حق جل و علا نے بارانِ رحمت نازل فرمائی جس سے تمام ریت جسم گئی اور پانی جمع کرنے کے لئے مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے حوض بنائے تاکہ پانی وضو اور غسل کے کام آسکے۔ سورہ انفال میں حق تعالیٰ شانہ نے اس احسان کو ذکر فرمایا ہے۔

”اور اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی برسارہا تھا تاکہ تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کر دے اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے قدموں کو جمادے۔“

یہ پانی اگرچہ مسلمانوں نے اپنی ضرورت کے لئے جمع کر رکھا تھا مگر نبی اکرم ﷺ نے اپنے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو اس سے پینے کی اجازت دے دی۔

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ زبیر بن عوامؓ سعد بن ابی وقاص اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ اتفاق سے ان کے دو غلام ہاتھ آگئے، ان کو پکڑ لائے اور دریافت کرنا شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان غلاموں نے کہا ہم قریش کے سقہ ہیں پانی لانے کے لئے نکلے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے کہنے کا کچھ یقین نہ آیا اور یہ سمجھ کر ان کو کچھ مارا کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابوسفیان کا کچھ حال بتلائیں۔ جب ان پر کچھ مار پڑی تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب ان غلاموں نے سچ بولا تو تم نے ان کو مارا اور جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا۔ خدا کی قسم یہ قریش کے آدمی ہیں (یعنی ابوسفیان کے ہمراہیوں میں سے نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کتنے لوگ ہیں۔ جواب دیا کہ بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کی تعداد کتنی ہے۔ غلاموں نے کہا ہم کو ان کی شمار اور تعداد معلوم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزانہ کھانے کے لئے کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ جواب دیا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ سرداران قریش میں سے کون کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ، ابوالختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نصر بن الحارث، زمعہ بن اسود، ابو جہل بن ہشام، امیہ بن خلف، نبیہ اور منبہ پسران حجاج، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود، یہ سن کر آپ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ مکہ نے آج اپنے تمام جگر گوشوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے۔ الغرض اس طرح آپ

ﷺ نے قریش کا حال معلوم کیا۔

جب صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے لڑائی کی تیاری کی اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے سے آپ ﷺ کے قیام کے لئے ٹیلہ پر ایک چھپر بنایا گیا۔

یہ چھپر ایک ایسے بلند ٹیلہ پر بنایا گیا جس پر کھڑے ہو کر تمام میدان کارزار نظر آتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جس شب کی صبح کو میدان کارزار گرم ہونے والا تھا اس شب میں نبی کریم ﷺ کو میدان کارزار کی طرف لے چلے تاکہ اہل مکہ کی قتل گاہیں ہم کو آنکھوں سے دکھلا دیں چنانچہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ ہذا مصرع فلاں غدا انشاء اللہ یہ ہے فلاں کی قتل گاہ صبح کو انشاء اللہ اور مقام قتل پر ہاتھ رکھ کر نام بنام اسی طرح صحابہ کو بتلاتے رہے۔ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا کسی ایک نے بھی اس جگہ سے سرمو تجاوز نہ کیا جہاں آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

بعد ازاں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے یار غار فسیق جان نثار صدیق المہاجرین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عرش (چھپر) میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ صدیق اور سعد بن معاذ چھپر کے دروازے پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں بدر کی شب میں کوئی شخص ہم میں سے ایسا نہ تھا جو سو نہ رہا ہو سوائے آپ ﷺ کی ذات بابرکات علیہ کے کہ تمام

شب نماز اور دعا اور گریہ و زاری میں گزاری اور اسی طرح صبح کر دی۔

طلوع فجر ہوتے ہی آپ ﷺ نے یہ آواز دی۔ ”اے اللہ کے بندو نماز کا وقت آ گیا۔“ آواز کا سننا تھا کہ سب جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی جڑ میں کھڑے ہو کر سب کو نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہو کر اللہ کی راہ میں جان بازی اور سرفروشی کی ترغیب دی۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے اصحاب کی صفوں کو سیدھا کیا۔ ادھر کفار کی صفیں تیار تھیں۔ ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اور جمعہ کا روز ہے کہ ایک طرف سے حق کی جماعت اور دوسری طرف سے باطل کی جماعت میدانِ فرقان کی طرف بڑھی۔

رسول اللہ ﷺ نے جب قریش کی عظیم الشان جماعت کو پورے ساز و سامان کے ساتھ میدانِ کارزار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو بارگاہِ ایزدی میں یہ عرض کیا۔

”اے اللہ یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے۔ تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھجے ہوئے پیغمبر کو جھٹلاتا ہے۔ اے اللہ اپنی فتح و نصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا اور اے اللہ ان کو ہلاک کر۔“

بعد ازاں آپ ﷺ نے لشکرِ اسلام کو مرتب فرمایا۔ ترتیب اور صف آرائی کے وقت دستِ مبارک میں ایک تیر تھا۔ صف میں سے سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ ذرا آگے کو نکلے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے بطور تلافی سواد بن غزیہ کے پیٹ پر تیر کا ایک ہلکا سا پچوکہ دے کر فرمایا استویا سواد اے سواد سیدھا ہو جا۔ سواد نے عرض کیا۔

”یا رسول اللہ ﷺ آپ نے مجھ کو درد مند کیا اور کھینچ لیا اللہ نے آپ

ﷺ کو حق اور عدل کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرا بدلہ دے دیجیے۔“

آپ ﷺ نے شکم مبارک سے پیرا، بن شریف کو اٹھا کر سواد سے فرمایا اپنا بدلہ لے لو۔ سواد رضی اللہ عنہ نے شکم مبارک کو گلے لگا لیا اور بوسہ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ آپ مسرور ہوئے اور سواد بن غسزیه رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ لشکر اسلام کو مرتب اور اس کی صفوف کو صفوف ملائکہ کی طرح درست اور ہموار فرما کر عرش میں تشریف لے گئے۔ صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ عرش میں داخل ہوئے اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر عرش کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔

قریش جب مطمئن ہوئے تو آغاز جنگ سے پہلے عمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کی جماعت کا اندازہ لینے کے لئے بھیجا، عمیر بن وہب گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے ارد گرد پھر کر واپس آئے اور یہ کہا کہ تم ویش تین سو آدمی ہیں لیکن مجھ کو ذرا مہلت دو کہ یہ دیکھ آؤں کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے اور جماعت تو کہیں نہیں کھین گاہ میں چھپی ہوئی نہیں، چنانچہ عمیر گھوڑے پر سوار ہو کر دور دور ایک چکر لگا کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کوئی کھین اور مدد نہیں لیکن اے گروہ قریش! میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ مدینہ کے اونٹ موت احمر (قتل) کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہیں۔ اس قوم کا سوائے ان کی تلواروں کے کوئی پناہ اور سہارا نہیں۔ خدا کی قسم میں یہ دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک جب تک اپنے مقابل کو نہ مار لے گا اس وقت تک ہرگز نہ مارا جائے گا۔ پس اگر ہمارے آدمی بھی انہیں کے برابر مارے گئے تو پھر زندگی کا لطف ہی کیا رہا۔ سوچ کر کوئی راستے قائم کر لو۔

حکیم بن حزام نے کہا بالکل درست ہے اور اٹھ کر عتبہ کے پاس گیا اور کہا

اے ابوالولید! آپ قریش کے سردار اور بڑے ہیں۔ کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ہمیشہ خیر اور بھلائی کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا رہے۔ عقبہ نے کہا کیا ہے۔ حکیم نے کہا کہ لوگوں کو لوٹالے چلو اور عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو۔ عقبہ نے کہا میں عمرو بن حضرمی کا خون بہا اور دیت کا ذمہ دار ہوں، لیکن ابو جہل سے بھی مشورہ کر لو اور کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

اے گروہ قریش! واللہ تم کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ سب تمہارے قرابت دار ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنے باپ اور بھائی بنی الاعمسام اور بنی الاخوان کے قاتلوں کو دیکھتے رہو گے۔ محمد (ﷺ) اور عرب کو چھوڑ دو۔ اگر عرب نے محمد (ﷺ) کو ختم کر دیا تو تمہاری مراد پوری ہوئی اور اگر اللہ نے ان کو غلبہ دیا تو وہ بھی تمہارے لئے باعث عروت و شرف ہوگا کیونکہ وہ تمہاری ہی قوم کے ہیں (ان کا غلبہ تمہارا غلبہ ہے) دیکھو میری نصیحت کو ردمت کرو اور مجھ کو سفیہ اور نادان نہ بناؤ۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں ابو جہل کے پاس آیا، ابو جہل اس وقت زرہ پہن کر ہتھیار سجا رہا تھا۔ میں نے کہا عقبہ نے مجھ کو یہ پیام دے کر بھیجا ہے۔ ابو جہل سنتے ہی غصہ سے بھڑک اٹھا اور یہ کہا کہ عقبہ اس لئے بھی لڑائی سے جان چراتا ہے کہ اس کا بیٹا ابو حذیفہ مسلمانوں کے ساتھ ہے اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔ خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے جب تک اللہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے مابین فیصلہ نہ کر دے اور عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر یہ کہا کہ یہ تیرا حلیف عقبہ لوگوں کو لوٹا کر لے جانا چاہتا ہے اور تیرے بھائی کا خون تیری آنکھوں کے سامنے ہے۔ عامر نے سنتے ہی داعمراہ و داعمراہ ہائے عمرو ہائے عمرو کا نعرہ لگانا شروع کیا جس سے تمام فوج میں جوش پھیل گیا اور سب لڑائی



کے لئے تیار ہو گئے۔

ابو جہل کی طعن آمیز گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ عقبہ ہتھیار سجا کر جنگ کے لئے تیار ہو گیا اور گروہ مشرکین میں سب سے پہلے عقبہ بن ربیعہ ہی اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا اور للکار کر اپنا مبارز اور مقابل طلب کیا۔

لشکر اسلام میں سے تین شخص مقابلہ کے لئے نکلے۔ عوف اور معوذ پسران، حارث اور عبداللہ بن رواحہ۔ عقبہ نے پوچھا تم کون ہو۔ ان لوگوں نے کہا یعنی ہم گروہ انصار سے ہیں۔ عقبہ نے کہا ہم کو تم سے مطلب نہیں ہم تو انہی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ ایک اور شخص نے للکار کر یہ آواز دی اے محمد! ہماری قوم میں سے ہمارے جوڑ کے ہم سے لڑنے کو بھیج۔

رسول اللہ ﷺ نے انصار کو حکم دیا کہ صف قتال کی طرف واپس آ جائیں اور حضرت علی اور حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم کو مقابلہ کے لئے نکلنے کا ارشاد فرمایا۔ حسب الارشاد یہ تینوں مقابلہ کے لئے نکلے۔ چہسروں پر چونکہ نقاب تھے اس لئے عقبہ نے دریافت کیا تم کون ہو۔ عبیدہ نے کہا میں عبیدہ ہوں۔ حمزہ نے کہا میں حمزہ ہوں۔ علی نے کہا میں علی ہوں۔ عقبہ نے کہا ہاں تم ہماری جوڑ اور برابر کے ہو اور محترم ہو۔

اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی عبیدہ رضی اللہ عنہ عقبہ کے مقابلہ میں نکلے اور حمزہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے اور علی رضی اللہ عنہ ولید کے مقابل ہوئے۔ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تو اپنے مقابل کا ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا، عبیدہ رضی اللہ عنہ خود بھی زخمی ہوئے اور اپنے مقابل کو بھی زخمی کیا۔ بالآخر عقبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا ایسا وار کیا جس سے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پیرکٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حمزہ

ﷺ اپنے اپنے مقابل سے فارغ ہو کر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی امداد کو پہنچے اور عتبہ کا کام تمام کیا اور عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کی ہڈی سے خون جاری تھا۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں شہید ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

عتبہ اور شیبہ کے قتل کے بعد میدانِ کارزار گرم ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ چھپرے سے برآمد ہوئے اور صحابہ کی صفوں کو ہموار کیا اور پھر ابو بکر صدیق کو ساتھ لئے ہوئے عیش (چھپرے) میں واپس تشریف لے گئے اور سعد بن معاذ تلوار لے کر چھپرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ حضور پر نور ﷺ نے جب اپنے اصحاب اور احباب کی قلت اور بے سرو سامانی کو اور اعداء کی کثرت اور قوت کو دیکھا تو نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا میں مشغول ہو گئے اور یہ دعا مانگتے تھے۔

”اے اللہ میں تیرے عہد اور وعدوں کی وفا کی درخواست کرتا ہوں۔

اے اللہ اگر تو چاہے تو تیری پرستش نہ ہو۔“

آنحضرت ﷺ پر خشوع اور خضوع کی ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ بارگاہِ خداوندی میں کبھی سر بسجود و تضرع و ابتهال فرماتے اور کبھی ساتلانہ اور فقیرانہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر فتح اور نصرت کی دعا مانگتے تھے۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ دوشِ مبارک سے ردا گر گر پڑتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے بدر کے دن کچھ قتال کیا اور آپ ﷺ کی طرف آیا، دیکھا کہ آپ ﷺ سر بسجود ہیں اور یاجی یا قیوم کہتے جاتے ہیں۔ میں لوٹ گیا اور قتال میں مصروف ہو گیا اور کچھ دیر بعد پھر آپ ﷺ کی طرف آیا، پھر اسی حال میں پایا، تین مرتبہ اسی حال میں پایا تو چوتھی بار اللہ نے فتح

دی۔ (رواہ النسائی والحاکم)

صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب بدر کا دن ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ مشرکین مکہ ایک ہزار ہیں اور آپ ﷺ کے اصحاب تین سو سے کچھ زیادہ ہیں تو آپ ﷺ عرش (چھپر) میں تشریف لے گئے اور مستقبل قبلہ ہو کر بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے۔

”اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔“

دیر تک ہاتھ پھیلائے ہوئے یہی دعا فرماتے رہے کہ اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہوگی۔ اسی حالت میں چادر مبارک دوش مبارک سے گر پڑی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر اٹھا کر دوش مبارک پر ڈال دی اور پیچھے سے آ کر آپ ﷺ کی کمر سے چمٹ گئے۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا۔ ”بس کافی ہے۔ تحقیق آپ نے اللہ کے حضور میں بہت الحاح اور آہ و زاری کی۔“ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لئے اتارے۔ چونکہ اس جنگ میں کفار و مشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا۔ اس لئے حق جل و علا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل کی سرکردگی میں آسمان سے اپنے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا، چونکہ شیطان خود سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اس کے لشکر کے لوگ بنی مدینہ کے مردوں کی شکل میں ظاہر ہوئے، جیسا کہ دلائل بیہقی

اور دلائل ابی نعیم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اسی وجہ سے فرشتے بھی مردوں ہی کی شکل میں نمودار ہوتے جیسا کہ علامہ سہیلی اور امام قرطبی رحمہما نے تصریح کی ہے۔

ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ (جو صحابہ بدر میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ بدر کے دن فرشتے زرد رنگ کے عماموں میں اترے۔ شملے موٹھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے زبیر بن عوام سے روایت کیا ہے اور زبیر رضی اللہ عنہ خود بھی بدر کے دن زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا۔ اچانک نظر جو پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ میرے دائیں بائیں انصار میں سے دو نوجوان ہیں۔ اس لئے مجھ کو اندیشہ ہوا کہ لوگ آ کر مجھ کو دو لڑکوں کے درمیان کھڑا دیکھ کر نہ آ گھیریں۔

اسی خیال میں تھا کہ ایک نے آہستہ سے کہا: اے چچا! مجھ کو ابو جہل دکھاؤ کہ کونسا ہے۔ میں نے کہا اے میرے بھتیجے ابو جہل کو دیکھ کر کیا کرو گے۔ اس نوجوان نے کہا: میں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر ابو جہل کو دیکھ پاؤں تو اس کو قتل کر ڈالوں یا خود مارا جاؤں اس لئے کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ ابو جہل رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرتا ہے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر اس کو دیکھ پاؤں تو میرا سایہ اس کے سایہ سے جدا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے مقدر ہو چکی ہے یعنی کہ پہلے نہ مر جائے۔ ان کی یہ گفتگو سن کر اس سے یہ آرزو جاتی رہی کہ کاش میں بجائے دو لڑکوں کے دو مردوں کے مابین ہوتا۔ میں نے اشارہ سے ابو جہل کو بتایا۔ سنتے ہی شکر اور باز کی طرح ابو جہل پر دوڑ پڑے اور اس کا کام تمام کیا۔

یہ دونو جوان عفراء کے بیٹے معاذ اور معوذ تھے۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم معاذ بن عمرو بن الجموح سے راوی ہیں کہ میں ابو جہل کی تاک میں تھا۔ جب موقع پڑا تو اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ ابو جہل کی ٹانگ کٹ گئی۔

ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے) باپ کی حمایت میں معاذ رضی اللہ عنہ کے شانہ پر اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا لیکن تسمہ لگا رہا۔ ہاتھ بیکار ہو کر لٹک گیا مگر سبحان اللہ معاذ شام تک اسی حالت میں لڑتے رہے۔ جب ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف زیادہ ہونے لگی تو ہاتھ کو قدم کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا کہ وہ تسمہ علیحدہ ہو گیا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ مگر معوذ بن عفراء ابو جہل سے فارغ ہو کر لڑائی میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا۔ انا لله وانا اليه راجعون

بحمد اللہ فتح مبین پر لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ قریش کے ستر آدمی قتل اور ستر گرفتار اور اسیر ہوئے۔ مقتولین کی لاشوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کنوئیں میں ڈالنے کا حکم دیا، مگر امیہ بن خلف کہ اس کی لاش اس قدر پھول گئی تھی کہ جب زرہ نکالنے کا ارادہ کیا تو اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس لئے وہیں مٹی میں دبا دی گئی۔

جب عقبہ بن ربیعہ کی لاش کنوئیں میں ڈالی جانے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ عقبہ کے بیٹے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر حزن اور ملال کے آثار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو حذیفہ کیا باپ کی اس حالت کو دیکھ کر تیرے دل میں کچھ خیال گزرا ہے۔ ابو حذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم کوئی خیال نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میرا باپ صاحبِ رائے، حلیم، بردبار اور صاحب

فضل تھا۔ اس لئے امید تھی کہ یہ فہم و فراست اسلام کی طرف رہنمائی کرے گی لیکن جب اس کو کفر پر مرتے دیکھا تو رنج ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے اس فتح مبین کی بشارت اور خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ منورہ قاصد روانہ فرمائے۔ اہل عالیہ کی طرف عبداللہ بن رواحہ کو اور اہل سافلہ کی طرف زید بن حارثہ کو روانہ فرمایا۔

زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کو مدینہ منورہ روانہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ روانہ ہوئے اور امیران بدر کا قافلہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ مال غنیمت عبداللہ بن کعب انصاری کے سپرد فرمایا۔

جب آپ ﷺ مقام روجاء میں پہنچے تو آپ ﷺ کو کچھ مسلمان ملے جنہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اصحاب کو اس فتح مبین کی مبارک باد دی۔ اس پر سلمہ بن سلامہ نے کہا: کس چیز کی مبارک باد دیتے ہو۔ خدا کی قسم بڑھیوں سے پالا پڑا۔ سی میں بندھے ہوئے اونٹوں کی طرح ان کو ذبح کر کے ڈال دیا۔ (یعنی ہم نے کوئی بڑا کام ہی نہیں کیا جس پر ہم مبارک باد کے مستحق ہوں) رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور یہ فرمایا یہی تو مکہ کے سادات اور اشراف تھے۔

فتح کے بعد آنحضرت ﷺ نے بدر میں تین روز قیام فرمایا۔ تین روز قیام کے بعد مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مال غنیمت عبداللہ بن کعب کے سپرد فرمایا اور مقام صفراء میں پہنچ کر مال غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ ہنوز مال غنیمت کی تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اصحاب بدر مال غنیمت کی تقسیم میں مختلف الرائے ہو گئے۔ جو ان یہ کہتے تھے کہ مال غنیمت ہمارا حق ہے کہ ہم نے کافروں کو قتل کیا۔ بوڑھے چونکہ جھنڈوں کے نیچے رہے اور قتل و قتال میں زیادہ حصہ نہیں لیا وہ یہ کہتے

تھے کہ ہم کو بھی مال غنیمت میں شریک کیا جائے۔ اس لئے کہ جو کچھ فتح ہوا وہ ہماری پشت پناہی سے فتح ہوا، اگر خدا نخواستہ تم کو شکست ہوتی تو ہماری ہی پناہ لینے اور ایک جماعت کہ جو نبی کریم ﷺ کی حفاظت کر رہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی۔ اس پر قرآن مجید کی آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ آپ ﷺ سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے یعنی مال غنیمت کے مالک حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اللہ کے نائب ہیں۔ جس طرح مناسب سمجھیں، تقسیم کر دیں۔ مقام صفراء میں پہنچ کر آپ ﷺ نے یہ تمام مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔

## غزوہ بنو قینقاع (۱۵ شوال یومِ شنبہ ۲ ہجری)

بنی قینقاع عبداللہ بن سلام کی برادری کے لوگ تھے۔ نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ زرگری کا کام کرتے تھے۔ شوال کی پندرہ سولہ تاریخ کو بروز شنبہ رسول اللہ ﷺ ان کے بازار میں تشریف لے گئے اور سب کو جمع کر کے وعظ فرمایا۔

یا معشر یہود احذروا من اللہ مثل ما نزل بقریش من النقبۃ  
واسلموا فانکم قد عرفتم انی نبی مرسل تجدون ذلک فی کتابکم  
وعہد اللہ الیکم

”اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو جیسے بدر میں قریش پر خدا کا عذاب نازل ہوا، کہیں اسی طرح تم پر نازل نہ ہو۔ اسلام لے آؤ اس لئے کہ تحقیق تم خوب پہچانتے ہو کہ میں بالیقین اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں جس کو تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو اور اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔“

یہودیہ سنتے ہی مشتعل ہو گئے اور یہ جواب دیا کہ آپ اس خوش فہمی میں ہرگز نہ رہنا کہ ایک ناواقف اور ناتجربہ کار قوم یعنی قریش سے مقابلہ میں آپ غالب آگئے۔ واللہ اگر ہم سے مقابلہ ہوا تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد ہیں۔ اس پر حق جل و علانیٰ یہ آیت نازل فرمائی۔



قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ  
فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ

”تحقیق تمہارے لئے نشانی ہے ان دو جماعتوں میں کہ باہم ایک  
دوسرے سے لڑی، ایک جماعت تو خدا کی راہ میں قتال کرتی تھی اور دوسری  
جماعت کافروں کی تھی کہ مسلمانوں کو اپنے سے دو چند دیکھتی تھی کھلی آنکھوں سے  
اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی امداد سے قوت دیتے ہیں۔ تحقیق اس میں  
عبرت ہے اہل بصیرت کے لئے۔“

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو بنی  
قینقاع، بنی قریظہ اور بنی نضیر سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہم نہ آپ سے جنگ کریں  
گے اور نہ آپ ﷺ کے دشمن کو کسی قسم کی مدد دیں گے، مگر سب سے پہلے بنی  
قینقاع نے عہد شکنی کی اور نہایت درشتی سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا اور  
آمادہ جنگ ہو گئے۔

یہ لوگ مضافاتِ مدینہ میں رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں  
اپنے بھائی ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری کو مقرر فرما کر بنی قینقاع کی طرف خروج  
فرمایا۔ ان لوگوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے  
پندرہ شوال سے لے کر غرہ ذی قعدہ تک ان کا محاصرہ فرمایا۔ مجبور ہو کر سوہویں روز  
یہ لوگ قلعہ سے اتر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی مشکیں باندھنے کا حکم دیا۔  
رأس المناقین عبد اللہ بن ابی بن سلول کی الحاح و زاری کی وجہ سے قتل  
سے تودرگزر فرمایا، مگر مال و اسباب لے کر جلاوطنی کا حکم دے دیا اور مالِ غنیمت  
لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ ایک خمس خود لیا اور چار خمس غنمیں پر تقسیم فرمایا۔ بدر

کے بعد یہ پہلا خمس تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لیا۔  
عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قینقاع سے میرے حلیفانہ تعلقات  
تھے۔ ان کی اس شرارت اور بد عہدی کو دیکھ کر ان سے تعلق قطع کر لیا اور ان سے  
تبری اور بیزاری کا اعلان کیا۔

یا رسول اللہ اتبرأ الی اللہ والی رسولہ واتولی اللہ ورسولہ والی المؤمنین  
وابرا من حلف الکفار وولایتهم

”یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو کر ان  
اور اس کے رسول کی طرف آتا ہوں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان  
اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں، اور کافروں کی دوستی اور عہد سے بالکل بری اور  
علیحدہ ہوتا ہوں۔“

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے جیسے اللہ اور اس کے رسول  
اور عباد مؤمنین کی محبت ضروری ہے، اسی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ  
دشمنوں سے عداوت و نفرت، بیزاری اور برأت کا اعلان بھی ضروری ہے۔

## غزوة سویق (۵ ذی الحجہ ۲ ہجری)

بدر سے جب مشرکین کا ہزیمت خوردہ لشکر خائب و خاسر مکہ پہنچا، تو ابوسفیان بن حرب نے یہ قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پر حملہ نہ کر لوں گا اس وقت تک غسل جنابت نہ کروں گا۔

چنانچہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے شروع ذی الحجہ میں دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا، مقام عریض میں پہنچ کر جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ایک کھجور کے باغ میں گھسے، وہاں دو شخص زراعت کے کام میں مصروف تھے۔ ایک شخص انصار میں سے تھا اور دوسرا اجیر تھا دونوں کو قتل کیا اور کچھ درخت جلائے اور سمجھے کہ ہماری قسم پوری ہوگئی اور بھاگ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو تاریخ ۵ ذی الحجہ یوم یکتنبہ دو سو مہاجرین اور انصار کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے، مگر کوئی ہاتھ نہ آیا۔ یہ لوگ پہلے ہی نکل بھاگے تھے۔ چلتے وقت بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے جو تھیلے ہمراہ لائے تھے وہ چھوڑ گئے تھے وہ سب مسلمانوں کو ہاتھ آئے، اس لئے اس غزوة کا نام غزوة سویق ہے یعنی ستو والا غزوة۔

## غزوة غطفان (محرم الحرام ۳ ہجری)

غزوہ سویق سے واپسی کے بعد بقیہ ذی الحجہ آپ ﷺ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے۔ اسی اثناء میں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب (جو کہ قبیلہ غطفان کی شاخیں ہیں) نجد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ اطراف مدینہ میں لوٹ ڈالیں اور دعوٰی غطفانی ان کا سردار تھا۔ ماہ محرم الحرام ۳ھ میں آپ ﷺ نے غطفان پر چڑھائی کی غرض سے نجد کی طرف خروج فرمایا اور مدینہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور چار سو پچاس صحابہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ غطفانی آپ ﷺ کی خبر سنتے ہی پہاڑوں میں منتشر ہو گئے۔ صرف ایک شخص بنی ثعلبہ کا ہاتھ آیا۔ صحابہ نے پکڑ کر اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ اسلام لے آیا۔ صفر کا پورا مہینہ وہیں گزرا لیکن کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا۔ بلا جہال و قتال ربیع الاول میں مدینہ واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ راستے میں بارش ہو گئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے کپڑے بھیک گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بھیکے ہوئے کپڑے درخت پر موکھنے کے لئے ڈال دیئے اور خود اس درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ وہاں کے اعراب آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے۔ اعراب نے اپنے سردار

دعشور سے جوان میں بڑا بہادر تھا یہ کہا کہ محمد (ﷺ) اس درخت کے نیچے تنہا لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے اصحاب منتشر ہیں تو جا کر ان کو قتل کر آؤ دعشور نے ایک نہایت تیز تلوار لی اور برہنہ تلوار لے کر آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا اے محمد ﷺ ہتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے اس کے سینہ میں مکہ مارا، اسی وقت تلوار اس کے کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور پر نور ﷺ نے اس کو اٹھا لیا اور دعشور سے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ اب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور کلمہ پڑھا۔ اشھدان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ اور یہ وعدہ کیا کہ اب آپ ﷺ کے مقابلہ کے لئے فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعشور کو تلوار واپس کر دی، دعشور تھوڑی دور چلا اور واپس آیا اور یہ عرض کیا واللہ مجھ سے آپ ﷺ بہتر ہیں، دعشور جب اپنی قوم کی طرف واپس آیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ جو بات تو کہہ کر گیا تھا وہ کہاں گئی، اس پر دعشور نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا اس طرح غیب سے میرے سینہ میں ایک مکالگا جس سے میں چت گر پڑا۔ اس طرح گرنے سے میں نے پہچان لیا اور یقین کر لیا کہ وہ مکا مارنے والا کوئی فرشتہ ہے۔ اس لئے اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذُكِّرُوا عَلَىٰ كُمُ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَن  
يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ

”اے ایمان والو! اللہ کے اس انعام کو یاد کرو کہ جب ایک قوم نے یہ قصد کیا کہ تم پر ہاتھ چلائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ روک دیئے۔“

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی قسم کا واقعہ اور قصہ غزوہ ذات الرقاع

میں بھی مروی ہوا ہے۔ واقدی نے اس قصہ کو غزوہ غطفان کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگر یہ محفوظ ہے تو یہ دو مختلف قصے ہیں ایک غزوہ غطفان میں پیش آیا اور ایک غزوہ ذات الرقاع میں۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں۔



غزوات  
قتل  
سردار  
پہلے  
تقریر  
خون  
سکتی  
تو انہوں  
مستوروں

## غزوة أحد (شوال المکرم ۳ ہجری)

ہجرت کے تیسرے سال کا سب سے بڑا واقعہ ”غزوة احد“ ہے۔ ”أحد“ ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل دور ہے چونکہ حق و باطل کا یہ عظیم معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں درپیش ہوا۔ اسی لئے یہ جنگ ”غزوة احد“ کے نام سے مشہور ہے اور قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں اس لڑائی کے واقعات کا خداوند عالم نے تذکرہ فرمایا ہے۔

غالباً آپ پچھلے صفحات میں یہ پڑھ ہی چکے ہونگے کہ جنگ بدر میں ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے تھے اور جو قتل ہوئے ان میں سے اکثر کفار قریش کے سردار، بلکہ تاجدار تھے، اس بنا پر مکہ کا ایک ایک گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور قریش کا بچہ بچہ جوش انتقام میں آتش غیظ و غضب کا تور بن کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بیقرار تھا۔ عرب خصوصاً قریش کا یہ طرہ امتیاز تھا کہ وہ اپنے ایک ایک مقتول کے خون کا بدلہ لینے کو اتنا بڑا قرض سمجھتے تھے جس کو ادا کئے بغیر گویا ان کی ہستی قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ جنگ بدر کے مقتولوں کے ماتم سے جب قریشیوں کو فرصت ملی تو انہوں نے یہ عزم کر لیا کہ جس قدر ممکن ہو جلد سے جلد مسلمانوں سے اپنے مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا چاہئے، چنانچہ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اور امیہ کا لڑکا صفوان

اور دوسرے کفار قریش جن کے باپ، بھائی، بیٹے، جنگ بدر میں قتل ہو چکے تھے۔ وہ سب کے سب ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا کہ مسلمانوں نے ہماری قوم کے تمام سرداروں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اس کا بدلہ لینا ہمارا قومی فریضہ ہے لہذا ہماری خواہش ہے کہ قریش کی مشترکہ تجارت میں اس سال جتنا نفع ہوا ہے وہ سب قوم کے جنگی فنڈ میں جمع ہو جانا چاہئے۔ اس رقم سے بہترین ہتھیار خرید کر اپنی لشکری طاقت بہت جلد مضبوط کر لینی چاہئے اور پھر ایک عظیم فوج لے کر مدینہ پر چڑھائی کر کے بانی اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے نیست و نابود کر دینا چاہئے۔ ابوسفیان نے خوشی خوشی قریش کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔ لیکن قریش کو جنگ بدر سے یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ مسلمانوں سے لڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ، سمندر کی موجوں سے ٹکرانا، پہاڑوں سے ٹکر لینا بہت آسان ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے عاشقوں سے جنگ کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے اس لئے انہوں نے اپنی جنگی طاقت میں بہت اضافہ کرنا نہایت ضروری خیال کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ہتھیاروں کی تیاری اور سامان جنگ کی خریداری میں پانی کی طرح روپیہ بہانے کے ساتھ ساتھ پورے عرب میں جنگ کا جوش اور لڑائی کا بخار پھیلانے کے لئے بڑے بڑے شاعروں کو منتخب کیا۔ جو اپنی آتش بیانی سے تمام قبائل عرب میں جوش انتقام کی آگ لگا دیں۔ عمرو جمحی اور مسافع یہ دونوں اپنی شاعری میں طاق اور آتش بیانی میں شہرہ آفاق تھے ان دونوں نے باقاعدہ دورہ کر کے تمام قبائل عرب میں ایسا جوش اور اشتعال پیدا کر دیا کہ بچہ بچہ ”خون کا بدلہ“ کا نعرہ لگاتے ہوئے مرنے اور مارنے پر تیار ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہت بڑی فوج تیار ہو گئی۔ مردوں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے معزز اور مالدار گھرانوں کی عورتیں بھی جوش انتقام سے لبریز ہو کر فوج میں شامل ہو گئیں۔ جن



کے باپ، بھائی، بیٹے، شوہر جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے، ان عورتوں نے قسم کھالی تھی کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں کا خون پی کر ہی دم لیں گے۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہند کے باپ عتبہ اور جبیر بن مطعم کے چچا کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ اس بنا پر ”ہند“ نے ”وحشی“ کو جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو وہ اس کا رگزاری کے صلہ میں آزاد کر دیا جائے گا۔

الغرض بے پناہ جوش و خروش اور انتہائی تیاری کے ساتھ لشکر کفار مکہ سے روانہ ہوا اور ابوسفیان اس لشکر جرار کا سپہ سالار بنا حضور ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ جو خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے اور مکہ میں رہتے تھے۔ انہوں نے ایک خط لکھ کر حضور ﷺ کو کفار قریش کی لشکر کشی سے مطلع کر دیا۔ جب آپ ﷺ کو یہ خوفناک خبر ملی تو آپ ﷺ نے ۵ شوال ۳ھ کو حضرت عدی بن فضالہ رضی اللہ عنہ کے دونوں لڑکوں حضرت انس اور حضرت سوس رضی اللہ عنہما کو جاسوس بنا کر کفار قریش کے لشکر کی خبر لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں نے آکر یہ پریشان کن خبر سنی کہ ابو سفیان کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آگیا ہے اور ان کے گھوڑے مدینہ کی چراگاہ (عریض) کی تمام گھاس چر گئے۔

یہ خبر سن کر ۱۴ شوال ۳ھ جمعہ کی رات میں حضرت سعد بن معاذ و حضرت اسید بن حضیر و حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم ہتھیار لے کر چند انصاریوں کے ساتھ رات بھر کا شانہ نبوت کا پہرہ دیتے رہے اور شہر مدینہ کے اہم ناکوں پر بھی انصار کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔ صبح کو حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین کو جمع فرما کر مشورہ طلب فرمایا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کی فوج کا مقابلہ کیا جائے یا شہر سے باہر نکل کر میدان میں یہ جنگ لڑی جائے؟ مہاجرین نے عام طور پر اور انصار میں

سے بڑے بوڑھوں نے یہ رائے دی کہ عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کر دیا جائے یا شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بھی اس مجلس میں موجود تھا اس نے بھی یہی کہا کہ شہر میں پناہ گیر ہو کر کفار قریش کے حملوں کی مدافعت کی جائے مگر چند کمسن نوجوان جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور جوش جہاد میں آپ سے باہر ہو رہے تھے وہ اس رائے پر اڑ گئے کہ میدان میں نکل کر ان دشمنان اسلام سے فیصلہ کن جنگ لڑی جائے حضور ﷺ نے سب کی رائے سن لی۔ پھر مکان میں جا کر ہتھیار زیب تن فرمایا اور باہر تشریف لائے۔ اب تمام لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ شہر کے اندر رہ کر کفار قریش کے حملوں کو روکا جائے مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہتھیار پہن کر اتار دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرمادے، اب تم لوگ خدا کا نام لے کر میدان میں نکل پڑو، اگر تم لوگ صبر کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہو گے تو ضرور تمہاری فتح ہوگی۔ (مدارج النبوت جلد ۲ ص ۱۱۴)

پھر حضور ﷺ نے انصار کے قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک ہزار کی فوج لے کر مدینہ سے باہر نکلے۔ شہر سے نکلتے ہی آپ نے دیکھا کہ ایک فوج چلی آرہی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے حلیف یہودیوں کا لشکر ہے۔ جو آپ ﷺ کی امداد کے لئے آرہا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”ان لوگوں سے کہہ دو کہ واپس لوٹ جائیں۔ ہم مشرکوں کے مقابلہ میں

مشرکوں کی مدد نہیں لیں گے۔“

چنانچہ یہودیوں کا یہ لشکر واپس چلا گیا پھر عبد اللہ بن ابی (منافقوں کا سردار) بھی جو تین سو آدمیوں کو لے کر حضور ﷺ کے ساتھ آیا تھا۔ یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ: محمد ﷺ نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا اور میری رائے کے خلاف میدان میں نکل پڑے، لہذا میں ان کا ساتھ نہیں دوں گا۔

عبد اللہ بن ابی کی بات سن کر قبیلہ خزرج میں سے ”بنو سلمہ“ کے اور قبیلہ اوس میں سے ”بنو حارثہ“ کے لوگوں نے بھی واپس لوٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں اچانک محبت اسلام کا ایسا جذبہ پیدا فرما دیا کہ ان لوگوں کے قدم جم گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

”جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔“

اب حضور ﷺ کے لشکر میں کل سات سو صحابہ رہ گئے جن میں کل ایک سو زره پوش تھے اور کفار کی فوج میں تین ہزار افراد کا لشکر تھا۔ جن میں سات سو زره پوش جوان، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ شہر سے باہر نکل کر حضور ﷺ نے اپنی فوج کا معائنہ فرمایا اور جو لوگ کم عمر تھے، ان کو واپس لوٹا دیا کہ جنگ کے ہولناک موقع پر بچوں کا کیا کام؟

جب حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم بہت چھوٹے ہو، تم ابھی واپس چلے جاؤ تو وہ فوراً انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تاکہ ان کا قد اونچا نظر آئے، چنانچہ ان کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ فوج میں شامل کر لئے گئے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ جو ایک کم عمر نوجوان تھے۔ جب ان کو واپس کیا جانے

لگا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رافع بن خدیج کو کشتی میں پھنسا لیتا ہوں۔ اس لئے اگر وہ فوج میں لے لئے گئے تو پھر مجھ کو بھی ضرور جنگ میں شریک ہونے کی اجازت ملنی چاہئے۔ چنانچہ دونوں کا مقابلہ کرایا گیا اور واقعی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو زمین پر دے مارا۔ اس طرح ان دونوں پر جوش و جوانوں کو جنگ احد میں شرکت کی سعادت نصیب ہو گئی۔

مشرکین تو ۱۲ شوال ۳ھ بدھ کے دن ہی مدینہ کے قریب پہنچ کر کوہ احد پر اپنا پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ مگر حضور اکرم ﷺ ۱۲ شوال ۳ھ بعد نماز جمعہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ رات کو بنی نجار میں رہے اور ۱۵ شوال سنہجر کے دن نماز فجر کے وقت احد میں پہنچے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور آپ ﷺ نے نماز فجر پڑھا کر میدان جنگ میں مورچہ بندی شروع فرمائی۔ حضرت عکاشہ بن محسن اساری کو لشکر کے میمنہ (دائیں بازو) پر اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد منخرومی کو میسرہ (بائیں بازو) پر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح و حضرت سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ (اگلے حصہ) پر اور حضرت مقداد بن عمرو کو ساقہ (پچھلے حصہ) پر افسر مقرر فرمایا (رضی اللہ عنہم) اور صف بندی کے وقت احد پہاڑ کو پشت پر رکھا اور کوہ عینین کو جو وادی قناتہ میں ہے اپنے بائیں طرف رکھا۔ لشکر کے پیچھے پہاڑ میں ایک درہ (تنگ راستہ) جس میں سے گزر کر کفار قریش مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے سے حملہ آور ہو سکتے تھے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اس درہ کی حفاظت کے لئے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر فرما دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو اس دستہ کا افسر بنا دیا اور یہ حکم دیا کہ دیکھو ہم چاہے مغلوب ہوں یا غالب۔ مگر تم لوگ اپنی اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس کسی کو نہ بھیجوں۔

مشرکین نے بھی نہایت باقاعدگی کے ساتھ اپنی صفوں کو درست کیا۔

چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابو جہل کو افسر بنا دیا، سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کی کمان میں تھا۔ تیر اندازوں کا ایک دستہ الگ تھا۔ جن کا سردار عبداللہ بن ربیعہ تھا اور پورے لشکر کا علمبردار طلحہ بن ابو طلحہ تھا جو قبیلہ بنی عبدالدار کا ایک آدمی تھا۔

حضور ﷺ نے جب دیکھا کہ پورے لشکر کفار کا علمبردار قبیلہ بنی عبدالدار کا ایک شخص ہے تو آپ ﷺ نے بھی اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمایا۔ جو قبیلہ بنو عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔

سب سے پہلے کفار قریش کی عورتیں دف بجا بجا کر ایسے اشعار گاتی ہوئی آگے بڑھیں جن میں جنگ بدر کے مقتولین کا ماتم اور انتقام خون کا جوش بھرا ہوا تھا۔ لشکر کفار کے سپہ سالار ابوسفیان کی بیوی ”ہند“ آگے آگے اور کفار قریش کے معزز گھرانوں کی چودہ عورتیں اس کے ساتھ ساتھ تھیں اور یہ سب آواز ملا کر اشعار گاتی رہی ہیں کہ:

مشرکین کی صفوں میں سب سے پہلے جو شخص جنگ کے لئے نکلا ”ابو عامر اوسی“ تھا۔ جس کی عبادت اور پارسائی کی بنا پر مدینہ والے اس کو ”راہب“ کہا کرتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام ”فاسق“ رکھا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ شخص اپنے قبیلہ اوس کا سردار تھا اور مدینہ کا مقبول عام آدمی تھا۔ مگر جب رسول اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہ شخص جذبہ حسد میں جل بھن کر خدا کے محبوب خدا ﷺ کی مخالفت کرنے لگا اور مدینہ سے نکل کر مکہ چلا گیا اور کفار قریش کو آپ ﷺ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ اس کو بڑا بھروسہ تھا کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی تو رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ چنانچہ اس نے میدان میں نکل کر پکارا کہ اے انصار! کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ میں ابو عامر راہب ہوں۔

انصار نے چلا کر کہا ہاں۔ ہاں! اے فاسق! ہم تجھ کو خوب پہچانتے ہیں۔ خدا تجھے ذلیل فرمائے۔ ابو عامر اپنے لئے فاسق کا لفظ سن کر تمللا گیا۔ کہنے لگا کہ ہاتے افسوس! میرے بعد میری قوم بالکل ہی بدل گئی۔ پھر کفار قریش کی ایک ٹولی جو اس کے ساتھ تھی مسلمانوں پر تیر برسوں لگی۔ اس کے جواب میں انصار نے بھی اس روز اتنی سنگ باری کی کہ ابو عامر اور اس کے ساتھی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

لشکر کفار کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ صف سے نکل کر میدان میں آیا اور کہنے لگا کہ کیوں مسلمانو! تم میں کوئی ایسا ہے کہ وہ مجھ کو دوزخ میں پہنچا دے یا خود میرے ہاتھ سے وہ جنت میں پہنچ جائے۔ اس کا یہ گھمنڈ سے بھرا ہوا کلام سن کر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ”میں ہوں“ یہ کہہ کر فتح خیبر نے ذوالفقار کے ایک ہی وار سے اس کا سر پھاڑ دیا اور وہ زمین پر تڑپنے لگا اور شیر خدا منہ پھیر کر وہاں سے ہٹ گئے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے اس کا سر کیوں نہیں کاٹ لیا۔ شیر خدا نے فرمایا کہ جب وہ زمین پر گرا تو اس کی شرمگاہ کھل گئی اور وہ مجھے قسم دینے لگا کہ مجھے معاف کر دیجئے اس بے حیا کو بے ستر دیکھ کر مجھے شرم دامن گیر ہو گئی اس لئے میں نے منہ پھیر لیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عثمان بن ابوطلحہ کے مقابلہ کے لئے تلوار لے کر نکلے اور اس کے شانے پر ایسا بھر پور ہاتھ مارا کہ تلوار ریڑھ کی ہڈی کو کاٹی ہوئی کمر تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی اور میدان جنگ میں کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا۔

حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی جس پر یہ شعر کندہ

تھا کہ

فِي الْجَبِينِ عَارٌ وَفِي الْإِقْبَالِ مَكْرَمَةٌ  
وَالْمَرْءُ بِالْجَبِينِ لَا يَنْجُو مِنَ الْقَدْرِ

”بزدلی میں شرم ہے اور آگے بڑھ کر لڑنے میں عزت ہے اور آدمی بزدلی کر کے تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔“

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے۔“ یہ سن کر بہت سے لوگ اس سعادت کے لئے لپکے مگر یہ فخر و شرف حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے نصیب میں تھا کہ تاجدارِ دو عالم ﷺ نے اپنی یہ تلوار اپنے ہاتھ سے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ یہ اعزاز پا کر جوش مسرت میں مست و بے خود ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! اس تلوار کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ:

”تو اس سے کافروں کو قتل کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔“

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں پھر وہ اپنے سر پر ایک سرخ رنگ کا رومال باندھ کر اکڑتے اور اترتے ہوئے میدانِ جنگ میں نکل پڑے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے کہ ایک دم ان کے سامنے ابوسفیان کی بیوی ”ہند“ آگئی۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس پر تلوار چلا دیں مگر پھر اس خیال سے تلوار ہٹالی کہ رسول اللہ ﷺ کی مقدس تلوار کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی عورت کا سر کاٹے۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور کفار کا قتل عام شروع کر دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انتہائی جوشِ جہاد میں دو دستی تلوار مارتے ہوئے آگے

بڑھتے جا رہے تھے اسی حالت میں ”سباغ غبشانی“ سامنے آ گیا۔ آپ ﷺ نے تڑپ کر فرمایا کہ اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کے بچے! ٹھہر، کہاں جاتا ہے؟ تو اللہ ورسول سے جنگ کرنے چلا آیا ہے۔ یہ کہہ کر اس پر تلوار چلا دی اور وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

”وحشی“ جو ایک حبشی غلام تھا اور اس کا آقا جبیر بن مطعم اس سے وعدہ کر چکا تھا تو اگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے تو میں تجھ کو آزاد کروں گا۔ وحشی ایک چٹان کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھا۔ جوں ہی آپ ﷺ اس کے قریب پہنچے اس نے دور سے اپنا نیزہ پھینک کر مارا جو کہ آپ ﷺ کی سانس میں لگا اور پشت کے پار ہو گیا۔ اس حال میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اس کی طرف بڑھے۔ مگر زخم کی تاب نہ لا کر گر پڑے اور شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

کفار کے علمبردار خود کٹ کٹ کر گرتے چلے جا رہے تھے مگر ان کا جھنڈا گرنے نہیں پاتا تھا۔ ایک کے قتل ہونے کے بعد دوسرا اس جھنڈے کو اٹھا لیتا تھا۔ ان کافروں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جب ایک کافر نے جس کا نام ”صواب“ تھا مشرکین کا جھنڈا اٹھایا تو ایک مسلمان نے اس کو اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ کر زمین پر گر پڑے مگر اس نے اپنے قومی جھنڈے کو زمین پر گرنے نہیں دیا بلکہ جھنڈے کو اپنے سینے سے دبائے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ اسی حالت میں مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا مگر وہ قتل ہوتے ہوتے یہی کہتا رہا کہ ”میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس کے مرتے ہی ایک بہادر عورت جس کا نام ”عمرہ“ تھا اس نے جھپٹ کر قومی جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر قریش کو غیرت آئی اور ان کی بکھری ہوئی فوج سمت آئی



ان کے اکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے۔

ابو عامر راہب کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا مگر اس کے بیٹے حضرت خطلہ رضی اللہ عنہ پر چم اسلام کے نیچے جہاد کر رہے تھے۔ حضرت خطلہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے اجازت دیجئے میں اپنی تلوار سے اپنے باپ ابو عامر راہب کا سر کاٹ کر لاؤں مگر حضور رحمت للعالمین رضی اللہ عنہ کی رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹے کی تلوار باپ کا سر کاٹے۔ حضرت خطلہ رضی اللہ عنہ اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جان بازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ حضرت خطلہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے کہ اچانک پیچھے سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کر دیا اور حضرت خطلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت خطلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ”فرشتے خطلہ کو غسل دے رہے ہیں“۔ جب ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ جنگ احد کی رات میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے۔ غسل کی حاجت تھی مگر دعوت جنگ کی آواز سن کر اسی حالت میں شریک جنگ ہو گئے۔ یہ سن کر حضور اقدس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے جو فرشتوں نے اس کو غسل دیا۔ اسی واقعہ کی بناء پر حضرت خطلہ رضی اللہ عنہ کو ”غسیل الملائکہ“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس جنگ میں مجاہدین انصار اور مہاجرین بڑی دلیری اور جان بازی سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حضرت علی و حضرت ابو دجانہ و حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ عنہم کے مجاہدانہ حملوں نے مشرکین کی کمر توڑ دی۔ کفار کے تمام علمبردار عثمان، ابوسعید، مسافع، طلحہ بن ابی طلحہ وغیرہ ایک

ایک کر کے کٹ کٹ کر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ کفار کو شکست ہو گئی اور وہ بھاگنے لگے اور ان کی عورتیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر لشکر کفار کو جوش دلا رہی تھیں، وہ بھی بدحواسی کے عالم میں اپنے ازار اٹھائے ہوئے برہنہ ساق بھاگتی ہوئی پہاڑوں پر دوڑتی ہوئی چلی جا رہی تھیں اور مسلمان قتل و غارت میں مشغول تھے۔

کفار کی بھگدڑ اور مسلمانوں کے فاتحانہ قتل و غارت کا یہ منظر دیکھ کر وہ پچاس تیر انداز جو مسلمان درہ کی حفاظت پر مقرر کئے گئے تھے۔ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے کہ غنیمت لوٹو۔ غنیمت لوٹو، تمہاری فتح ہو گئی۔ ان لوگوں کے افسر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ہر چند روکا اور حضور ﷺ کا نرا ان یاد دلایا اور فرمان مصطفوی ﷺ کی مخالفت سے ڈرایا مگر ان تیر انداز مسلمانوں نے ایک نہیں سنی اور اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ لشکر کفار کا ایک افسر ”خالد بن ولید“ (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) پہاڑ کی بلندی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ درہ پہرہ داروں سے خالی ہو گیا ہے۔ فوراً اس نے درہ کے راستے سے فوج لا کر مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے چند جان بازوں کے ساتھ انتہائی دلیرانہ مقابلہ کیا۔ مگر یہ سب کے سب شہید ہو گئے اب کیا تھا۔ کافروں کی فوج کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر بھاگتی ہوئی کفار قریش کی فوج بھی پلٹ پڑی مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف تھے۔ پیچھے پھر کر دیکھا تو تلواریں برس رہی تھیں اور کفار آگے پیچھے دونوں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر رہے تھے اور مسلمانوں کا لشکر چکی کے دو پاٹوں میں دانہ کی طرح پسنے لگا اور مسلمانوں میں ایسی بدحواسی اور ابتری پھیل گئی کہ اپنے اور بیگانے کی تمیز نہیں رہی۔ خود مسلمان مسلمانوں کی تلواروں سے قتل ہوئے۔ چنانچہ حضرت حدیفہ

رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ مسلمان کی تلوار سے ہی شہید ہوئے۔ حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ چلاتے ہی رہے کہ ”اے مسلمانو! یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں۔“ مگر کچھ عجیب بدحواسی پھیلی ہوئی تھی کہ کسی کو کسی کا دھیان ہی نہیں تھا اور مسلمانوں نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

پھر بڑا غضب یہ ہوا کہ لشکر اسلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر ابن قمیہ کافر جھپٹا اور ان کے دائیں ہاتھ پر اس زور سے تلوار چلا دی کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اس جان باز مہاجر نے جھپٹ کر اسلامی جھنڈے کو بائیں ہاتھ سے سنبھال لیا۔ مگر ابن قمیہ نے تلوار مار کر ان کے بائیں ہاتھ کو بھی شہید کر دیا۔ دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں نکتے ہوئے بازوؤں سے پرچم اسلام کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے تھے کھڑے رہے اور بلند آواز سے یہ آیت پڑھتے رہے کہ:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔

پھر ابن قمیہ نے ان کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو صورت میں حضور اقدس ﷺ سے کچھ مشابہ تھے ان کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھ کر کفار نے غل مچا دیا کہ (معاذ اللہ) حضور تاجدار دو عالم ﷺ قتل ہو گئے۔ اللہ اکبر! اس آواز نے غضب ہی ڈھا دی۔ مسلمان یہ سن کر بالکل ہی سراسمیہ اور پراگندہ دماغ ہو گئے اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں میں تین گروہ ہو گئے۔ کچھ لوگ تو بھاگ کر مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ کچھ لوگ سہم کر مردہ دل ہو گئے۔ جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ اپنی جان بچاتے رہے یا جنگ کرتے رہے۔ کچھ لوگ جن کی تعداد تقریباً بارہ تھی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اس بلبل اور بھگدڑ میں

بہت سے لوگوں نے تو بالکل ہی ہمت ہار دی اور جو جان نثاری کے ساتھ لڑنا چاہتے تھے وہ بھی دشمنوں کے دو طرفہ حملوں کے زرخے میں پھنس کر مجبور و لاچار ہو چکے تھے۔ تاجدار دو عالم ﷺ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ کسی کو اس کی خبر نہ تھی، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ تلوار چلاتے اور دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کرتے چلے جاتے تھے۔ مگر وہ ہر طرف مڑ مڑ کر رسول اکرم (ﷺ) کو دیکھتے تھے مگر جمالِ نبوت نظر نہ آنے سے وہ انتہائی اضطراب و بیقراری کے عالم میں تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے میدانِ جنگ سے بھی کچھ آگے نکل پڑے وہاں جا کر دیکھا کہ کچھ مسلمانوں نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اب ہم لڑ کر کیا کریں گے؟ جن کے لئے لڑتے تھے وہ تو شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر واقعی رسول خدا ﷺ شہید ہو چکے ہیں تو پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟ چلو ہم بھی اسی میدان میں شہید ہو کر حضور ﷺ کے پاس پہنچ جائیں۔ یہ کہہ کر آپ دشمنوں کے لشکر میں لڑتے ہوئے گھس گئے اور آخری دم تک انتہائی جوشِ جہاد اور جان بازی کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو اسی سے زیادہ تیر و تلوار اور نیزوں کے زخم ان کے بدن پر تھے۔ کافروں نے ان کے بدن کو چھلنی بنا دیا تھا اور ناک، کان وغیرہ کاٹ ڈالے تھے یہاں تک کہ مسلمانوں نے ان کی انگلیوں کو دیکھ کر ان کو پہچانا تھا۔

جنگ جاری تھی اور جان نثار ان اسلام جو جہاں تھے وہیں لڑائی میں مصروف تھے مگر سب کی نگاہیں انتہائی بیقراری کے ساتھ جمالِ نبوت کو تلاش کرتی تھیں۔ عین مایوسی کے عالم میں سب سے پہلے جس نے تاجدار دو عالم ﷺ کا جمال

دیکھا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی خوش نصیب آنکھیں ہیں انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو پہچان کر مسلمانوں کو پکارا کہ اے مسلمانو! ادھر آؤ رسول خدا ﷺ یہ ہیں اس آواز کو سن کر تمام جاں نثاروں میں جان پڑ گئی اور ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر مسلمان آنے لگے کفار نے بھی ہر طرف سے حملہ روک کر رحمت عالم ﷺ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لئے سارا زور لگا دیا۔ کفار کا لشکر ہجوم کے ساتھ امنڈ پڑا اور بار بار مدنی تاجدار (ﷺ) پر یلغار کرنے لگا مگر ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل دور ہو جاتا تھا۔

سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں جب کہ بکھرے ہوئے مسلمان ابھی رحمت عالم ﷺ کے پاس جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ بن قمیہ نے جو قریش کے بہادروں میں بہت ہی نامور تھا اس نے ناگہاں حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیا۔ ایک دم بجلی کی طرح صفوں کو چیرتا ہوا آیا اور تاجدار دو عالم ﷺ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ ظالم نے پوری طاقت سے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں رخ انور میں چبھ گئیں۔ ایک دوسرے کافر نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ایسا پتھر مارا آپ ﷺ کے دو دندان مبارک شہید اور نیچے کا مقدس ہونٹ زخمی ہو گیا۔ اسی حالت میں ابی بن خلف ملعون اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کو شہید کر دینے کی نیت سے آگے بڑھا۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنے ایک جاں نثار صحابی حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے ایک چھوٹا سانیزہ لے کر ابی بن خلف کی گردن پر مارا۔ جس سے وہ تلملا گیا۔ گردن پر بہت معمولی زخم آیا اور وہ بھاگ نکلا۔ مگر اپنے لشکر میں جا کر اپنی گردن کے زخم کے بارے میں لوگوں سے اپنی تکلیف اور پریشانی ظاہر کرنے لگا اور بے پناہ ناقابل برداشت درد کی شکایت کرنے لگا۔ اس پر اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ”یہ تو معمولی خراش ہے۔ تم اس قدر

پریشان کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ ایک مرتبہ مجھ سے محمد ﷺ نے کہا تھا کہ میں تم کو قتل کروں گا۔ اس لئے یہ تو بہر حال زخم ہے۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر وہ میرے اوپر تھوک دیتے تو بھی میں سمجھ لیتا کہ میری موت یقینی ہے۔“

جب حضور اکرم ﷺ زخمی ہو گئے تو چاروں طرف سے کفار نے آپ ﷺ پر تیر و تلوار کا وار شروع کر دیا اور کفار کا ہجوم آپ کے ہر چہار طرف سے حملہ کرنے لگا جس سے آپ ﷺ کفار کے زرفہ میں محصور ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر جان نثار صحابہ کا جوش جان نثاری سے خون کھولنے لگا اور وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر آپ ﷺ کو بچانے کے لئے اس جنگ کی آگ میں کود پڑے اور آپ ﷺ کے گرد ایک حلقہ بنا لیا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ جھک کر آپ ﷺ کے لئے ڈھال بن گئے اور چاروں طرف سے جو تلواریں برس رہی تھیں ان کو وہ اپنی پشت پر لیتے رہے اور آپ ﷺ تک کسی تلوار یا نیزے کی مار کو پہنچنے ہی نہیں دیتے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ وہ کفار کی تلواروں کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا ایک ہاتھ کٹ کر شل ہو گیا اور ان کے بدن پر پینتیس یا اتالیس زخم لگے جاں نثار صحابہ نے حضور ﷺ کی حفاظت میں اپنی جانوں کی پروا نہیں کی اور ایسی بہادری اور جاں بازی سے جنگ کرتے رہے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نشانہ بازی میں مشہور تھے انہوں نے اس موقع پر اس قدر تیر برساتے کہ کئی کمانیں ٹوٹ گئیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھالیا تھا تا کہ دشمنوں کے تیر یا تلوار کا کوئی وار آپ ﷺ پر نہ آسکے۔ کبھی کبھی آپ ﷺ دشمنوں کی فوج کو دیکھنے کے لئے گردن اٹھاتے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے ماں

باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ گردن نہ اٹھائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کا کوئی تیر آپ ﷺ کو لگ جائے۔ یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ میری پیٹھ کے پیچھے ہی رہیں۔ میرا سینہ آپ ﷺ کے لئے ڈھال بنا ہوا ہے۔

حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چہرہ انور کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ دشمنوں کے سامنے کئے ہوئے تھے۔ ناگہاں کافروں کا ایک تیر ان کی آنکھ میں لگا اور آنکھ بہہ بہہ کر ان کے رخسار پر آگئی حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ کو اٹھا کر آنکھ کے حلقہ میں رکھ دیا اور یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ! قتادہ کی آنکھ بچالے جس نے تیرے رسول کے چہرہ کو بچایا ہے۔ مشہور ہے کہ ان کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن اور خوبصورت ہو گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تیر اندازی میں انتہائی باکمال تھے۔ یہ بھی حضور ﷺ کی مدافعت میں جلدی جلدی تیر چلا رہے تھے اور حضور انور ﷺ خود اپنے دست مبارک سے تیر اٹھا کر ان کو دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے سعد! تیر برساتے جاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان۔

ظالم کفار انتہائی بے دردی کے ساتھ حضور انور ﷺ پر تیر برسا رہے تھے۔ مگر اس وقت بھی حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک پر یہ دعا تھی:

رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔

”یعنی اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔“

حضور اقدس ﷺ نے ان مبارک کے صدمہ اور چہرہ انور کے زخموں سے نڈھال ہو رہے تھے۔ اس حالت میں آپ ﷺ ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے جو ابو عامر فاسق نے جا بجا کھود کر ان کو چھپا دیا تھا تاکہ مسلمان الالمی میں ان گڑھوں کے اندر گر پڑیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دست

مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اٹھایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے خود (لوہے کی ٹوپی) کی کڑی کا ایک حلقہ جو چہرہ انور میں چبھ گیا تھا اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جوش عقیدت سے آپ ﷺ کا خون چوس چوس کر پی لیا اور اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے مالک بن سنان! کیا تو نے میرا خون پی ڈالا، عرض کیا کہ جی ہاں۔ یا رسول اللہ (ﷺ)! ارشاد فرمایا کہ جس نے میرا خون پی لیا، جہنم کی کیا مجال جو اس کو چھو سکے۔ اس حالت میں رسول ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گئے جہاں کفار کے لئے پہنچنا دشوار تھا۔ ابوسفیان نے دیکھ لیا اور فوج لے کر وہ بھی پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے کافروں پر اس زور سے پتھر برسائے کہ ابوسفیان اس کی تاب نہ لاسکا اور پہاڑ سے اتر گیا۔

حضور اقدس ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے اور چہرہ انور سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے خون دھو رہی تھیں، مگر خون بند نہیں ہوتا تھا۔ بالآخر کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ زخم پر رکھ دی تو خون فوراً ہی تھم گیا۔

ابوسفیان جنگ کے میدان سے واپس جانے لگا تو ایک پہاڑی پر چڑھ گیا اور زور زور سے پکارا کیا یہاں محمد ﷺ ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کا جواب نہ دو، پھر اس نے پکارا کہ کیا تم میں ابو بکر ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے پھر اس نے پکارا کہ کیا تم میں عمر ہیں؟ جب اس کا بھی کوئی



جواب نہ ملا تو ابوسفیان گھمنڈ سے کہنے لگا کہ یہ سارے مر گئے، کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور میرا جواب دیتے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا کہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے۔ ہم سب زندہ ہیں۔

ابوسفیان نے اپنی فتح کے گھمنڈ میں یہ نعرہ مارا کہ ”أَعْلَىٰ هَبْلٌ“ یعنی اے ہبل! تو سر بلند ہو جا۔ اے ہبل تو سر بلند ہو جا۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم لوگ بھی اس کے جواب میں نعرہ لگاؤ۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہم کیا کہیں؟ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہ نعرہ مارو کہ اللہ اعلیٰ و اجل یعنی اللہ سب سے بڑھ کر بلند مرتبہ اور بڑا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ لَنَا الْعُزَّىٰ وَلَا عُزَّىٰ لَكُمْ یعنی ہمارے لئے عزی (بت) ہے اور تمہارے لئے کوئی ”عزی“ نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے جواب میں یہ کہو کہ اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَىٰ لَكُمْ یعنی اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ابوسفیان نے با آواز بلند بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ اور جواب ہے لڑائی میں کبھی فتح، کبھی شکست ہوتی ہے۔ اے مسلمانو! آج ہماری فوج نے تمہارے مقتولوں کے کان، ناک کاٹ کر ان کی صورتیں بگاڑ دی ہیں، مگر میں نے نہ تو اس کا حکم دیا تھا، نہ مجھے اس پر کوئی رنج و افسوس ہوا ہے۔ یہ کہہ کر ابوسفیان میدان سے ہٹ گیا اور چل دیا۔

کفار قریش کی عورتوں نے جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے جوش میں شہداء کرام کی لاشوں پر جا کر ان کے کان، ناک وغیرہ کاٹ کر صورتیں بگاڑ دیں اور ابوسفیان کی بیوی ہند نے تو اس بیدردی کا مظاہرہ کیا کہ ان اعضاء کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا۔ ہند حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مقدس لاش کو تلاش کر رہی تھی کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہی نے جنگ بدر کے دن ہند کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا۔ جب اس بیدرد

نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو پالیا تو خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ کر کلیجہ نکالا اور اس کو چبا گئی۔ لیکن حلق سے نہ اتر سکا۔ اس لئے اگل دیا، تارینخوں میں ہند کا لقب جو ”جگر خوار“ ہے وہ اسی واقعہ کی بنا پر ہے۔ ہند اور اس کے شوہر ابوسفیان نے رمضان ۸ ہجری میں فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کے حکم سے حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش میں نکلا، تو میں نے ان کو سکرات کے عالم میں پایا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے میرا سلام عرض کر دینا اور اپنی قوم سے بعد سلام میرا یہ پیغام سنا دینا کہ جب تک تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے اگر رسول اللہ ﷺ تک کفار پہنچ گئے تو خدا کے دربار میں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ یہ کہا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔

اس جنگ میں ستر صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا جن میں چار مہاجر اور چھیاسٹھ انصار تھے۔ تیس کی تعداد میں کفار بھی نہایت ذلت کے ساتھ قتل ہوئے۔ مگر مسلمانوں کی مفلسی کا یہ عالم تھا کہ ان شہداء کرام کے کفن کے لئے کپڑا بھی نہیں تھا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ بوقت شہادت ان کے بدن پر صرف ایک اتنی بڑی کپڑی تھی کہ ان کی لاش کو قبر میں لٹانے کے بعد اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا تھا بالآخر سر چھپا دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی، شہداء کرام خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ دو دو شہید ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے۔

## غزوة بنی نضیر (ربیع الاول ۴ ہجری)

حضور اکرم ﷺ اکابر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو بکر، عمر، علی، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) وغیرہ مہاجرین میں سے اور حضرت سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہم) وغیرہ انصاری میں سے کے ساتھ بنی نضیر یہودیوں کی بستی کی طرف تشریف لائے۔ بنی نضیر (بفتح نون و کسر ضاد) یہودی قبیلوں میں سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ اس قضیہ کا وقوع چوتھے سال میں بیر معونہ کے بعد ہوا۔ جیسا کہ اسے ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔ جب رسول کریم ﷺ صحابہ کبار کے ساتھ یہودیوں کی بستی میں پہنچے تو یہودیوں نے کہا اے ابوالقاسم! کچھ دیر تشریف رکھے تا کہ ہمیں آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے صحابہ کی مہمان نوازی کا موقعہ ملے۔ یہودی حضور ﷺ کو پہلے سے ہی آپ کی کنیت ابوالقاسم سے مخاطب کرتے تھے تا کہ لازم نہ آئے جو آپ ﷺ کا اسم شریف محمد (ﷺ) ان کی کتابوں اور صحیفوں میں لکھا ہوا ہے اور اس کے ملزم نہیں اس کے بعد حضور ﷺ ان کے گھر کی دیوار سے پشت کی ٹیک لگا کر تشریف فرما ہو گئے پھر یحییٰ بن اخطب یہودی جو کہ حضور ﷺ کا اشد ترین دشمن تھا یہود سے کہنے لگا اے گروہ یہود ایسا اتفاق کبھی ہاتھ نہ آئے گا کہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان ایسی تنہائی ہو۔ کوئی ایسا نہیں ہے کہ وہ گھر

کے اوپر جا کر بڑا سا پتھر آپ ﷺ کے سر مبارک پر گرائے اور اس سے (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو ہلاک کرے، تاکہ ہم آپ ﷺ کی زحمت سے نجات پائیں عمرو بن حشاہ (بضم جیم و تخفیف ہاء) نے کہا میں اس کو سر انجام دوں گا سلام بن اشکم اور کچھ اور لوگوں نے اس کو اس خیال بد سے منع کیا اور کہا فوراً ہی آپ ﷺ کو آسمان سے تمہارے ارادے کی خبر دیدی جائے گی اور یہ ہمارے اور ان کے مکرو فریب سے آگاہ کیا۔ حضور ﷺ بغیر اس کے کہ اپنے صحابہ سے کچھ فرمائیں اس طرح جیسے کسی شدید ضرورت سے اٹھتا ہے کھڑے ہو گئے اور مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے صحابہ نے جب یہ دیکھا کہ حضور ﷺ کی واپسی میں دیر ہو گئی تو وہ بھی آپ ﷺ کے عقب میں چل دیئے۔ اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو حقیقت حال سے باخبر فرمایا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب یہی واقعہ ہے۔

”اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو تم پر ہوئی کہ جب قوم نے ارادہ کیا کہ دست درازی کرے تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔“

جب یہود کو حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کی خبر ہوئی تو کنانہ نے جو ان کے احبار و علماء میں سے تھا ان سے کہا اے میری قوم میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو تمہاری غداری سے خبردار کر دیا ہے۔ اے قوم تم خود کو فریب نہ دو کیوں کہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء (ﷺ) ہیں اور تم طمع رکھتے ہو کہ وہ خاتم الانبیاء، حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے حالانکہ حق تعالیٰ اس نعمت سے جسے چاہے نوازے اور اس سعادت سے جس کو چاہے سرفراز فرمائے ہم نے توریت میں نبی آخر الزماں کے جو صفات پڑھے ہیں وہ سب حضور ﷺ کی

ذات شریف میں موجود ہیں۔ مجھے ایسا خیال آتا ہے کہ وہ تمہیں جلاوطنی کا حکم فرمائیں گے اب مناسب یہی ہے کہ تم دو کاموں میں سے ایک کام کرو۔ سب سے بہتر و افضل تو یہ ہے کہ تم سب محمد (ﷺ) پر ایمان لے آؤ کیوں کہ اس میں دنیا و آخرت کی صلاح ہے اور ان شہروں سے باہر نہ نکلو یا جزیہ دینا مان لو تا کہ تمہارے جان و مال محفوظ رہیں۔ یہود نے کہا ہم جلاوطنی کو قبول کرتے ہیں لیکن موسیٰ علیہ السلام کے دین کو ترک کرنا گوارا نہیں۔

حضور اکرم ﷺ اور بنی نضیر کے یہودیوں کے درمیان عہد و پیمانہ تھا۔ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ توریت میں جس نبی کا وعدہ کیا گیا ہے یہ وہی نبی ہیں۔ اور جب روز احد مسلمانوں پر ہزیمت کی شکل بنی تو وہ شک میں پڑ گئے۔ اور انہوں نے ابوسفیان کے ساتھ حلف کیا، یعنی ان کے حلیف بن گئے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس بھیجا کہ تم سب میرے شہروں سے نکل جاؤ اس لئے کہ تم نے غداری کی ہے۔ تمہیں دس دن کی ہلت ہے جو کوئی دس دن کے بعد یہاں پایا جائے گا۔ اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ اس پر یہودیوں نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی صحرا سے اپنے اونٹوں کو لائے اور کچھ کرایے پر لے لئے تاکہ یہاں سے چلے جائیں۔ یکا یک عبد اللہ بن سلول منافق، جو رئیس المنافقین تھا اس نے بنی نضیر کے پاس کسی کو بھیجا اور کہلوا یا کہ تم اپنے وطنوں سے نہ نکلو اور اپنے قلعوں میں ٹھہرے رہو اور بے فسکر و بے غم بیٹھے رہو۔ میں دو ہزار آزمودہ کار جنگی جوانوں کے ساتھ تمہارا پشت پناہ ہوں اور بنی قریظہ اپنے حلیفوں کے ساتھ جو کہ بنی عطفان ہیں تمہارے معاون و مددگار ہوں گے۔ یہ منافق نادان، بمقتضائے نفاق انتہائی عداوت و حماقت پر اتر آیا۔ اور اس نے اپنی حماقت سے ایسی عداوت کا اظہار کیا۔ حالانکہ وہ اتنا نہ سمجھا کہ قریش

کس قدر بہادر و شجاع ہیں۔ وہ بے بس ہو کے رہ گئے۔ ان کے قلعوں کی کیا حقیقت ہے۔ بہر حال یہود بے بہود اس احمق منافق کی بات سے مغرور و مسرور ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں قاصد بھیج دیا کہ ہم از خود اپنے گھروں سے نکلیں گے جو آپ چاہیں کریں جب یہ بات حضور ﷺ کی سماع مبارک میں پہنچی تو باواز بلند تکبیر کہی اور صحابہ نے بھی حضور ﷺ کی موافقت میں تکبیر بلند کی اور حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے غزوہ کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا اور علم تیار کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا اور مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے آئے آپ ﷺ نے عصر کی نماز بنی نضیر کی بستی کے میدان میں ادا فرمائی۔ ان کی بستی مدینہ منورہ سے قریب ہے جب یہود نے لشکر اسلام دیکھا تو قلعوں کے دروازے بند کر کے سنگ باری اور تیر اندازی شروع کر دی۔ عشاء کے وقت تک یوں ہی جنگ ہوتی رہی۔ جب مسلمانوں نے نماز عشاء ادا کر لی تو حضور ﷺ چند اصحاب کے ساتھ قیام گاہ مبارک میں تشریف لے آئے اور تمام صحابہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سرداری میں دے دیا دونوں روایتوں میں اختلاف ہے کہ صبح تک یہودیوں کا محاصرہ کئے رہے۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا خیمہ مبارک بنی حطمہ کے میدان میں نصب کیا گیا تھا۔ یہودیوں کے تیر اندازوں میں ایک شخص ”غزورا“ نامی تیر انداز تھا اس نے ایسا تیر پھینکا جو حضور ﷺ کے خیمہ اقدس میں جا کر گرا۔ خیمہ کو وہاں سے لیجا کر دوسری جگہ نصب کیا۔ امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس کی گھات میں رہے۔ اچانک دیکھا کہ وہ چند آدمیوں کے ساتھ برہنہ شمشیر لئے باہر آیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور اس بد بخت کے

سر کو اس کے ناپاک جسم سے جدا کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے حضور ﷺ نے حضرت سہیل رضی اللہ عنہ اور ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ بقیہ ساتھیوں کو بھی قتل کریں۔ وہ سب کے سر کاٹ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ پھر حضور ﷺ نے پندرہ دن تک یہودیوں کا محاصرہ جاری رکھا۔ ابی ابن سلول منافق اور دیگر قبائل بنی نضیر کی کوئی مدد نہ کر سکے اس کے بعد حضور ﷺ نے ابو بلوہ مازنی اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ یہودیوں کی کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے جائیں ایک روایت میں ہے کہ جلا دیئے جائیں۔ اس پر ابو بلوہ مازنی رضی اللہ عنہ تو ان کو کاٹتے تھے جنہیں ”عجوة“ کہا جاتا ہے اور کہتے ان کا کاٹنا یہودیوں پر نہایت شاق اور گراں ہے ”عجوة“ کھجوروں میں سب سے بہتر قسم کی کھجور ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام کمر قسم کی کھجوروں کے درخت کو کاٹتے تھے۔ وہ فرماتے مجھے معلوم ہے کہ عنقریب یہودیوں کے تمام املاک مسلمانوں کے تصرف میں آنے والے ہیں۔ لہذا ان میں جو بہتر قسم ہے وہ مسلمانوں کے لئے رہنے دیتا ہوں۔

روضۃ الاحباب میں اس طرح منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہودیوں کے تمام درختوں کو کاٹنے کا حکم فرمایا بجز اس قسم کے درخت کے جن کو ”عجوة“ کہتے ہیں صحابہ ان درختوں کے کاٹنے میں مشغول ہو گئے۔ یہ روایت پہلی روایت کے منافی و مخالف ہے کیوں کہ اس روایت میں بظاہر حضور ﷺ کا حکم مطلق کاٹنے یا جلانے کے لئے ہے اور دوسری روایت میں یہ حکم ہے مگر یہ صورت ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے پہلے وہ حکم دیا ہو اس کے بعد دوسری مرتبہ یہ حکم دیا ہو۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ بنی نضیر نے مسلمانوں سے کہا تم مسلمان ہو تمہیں حلال نہیں ہے کہ نخلستان کو کاٹو۔ کیوں کہ محمد (ﷺ) فساد سے منع فرماتے ہیں

لہذا نخلستان کو کاٹنے کا کیسے حکم دے سکتے ہیں۔ اس پر مسلمانوں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ بعض نے کہا ہم تو کاٹیں گے اور بعض نے کہا ہم نہیں کاٹیں گے اس پر حکم ہوا کہ یہودیوں کے تمام آثار و نشانات کو ناپید کر دو۔

”حق تبارک و تعالیٰ کی جناب سے حکم آیا اور جو لینت سے کاٹتے ہو اور چھوڑتے ہو تم ان کو وہ جڑوں پر قائم رہیں تو یہ اللہ کے حکم سے ہے تاکہ فاسقوں کو رسوا کرے۔“

حق تعالیٰ نے بنی نضیر کے دل میں ایک خوف بیبت اور رعب طاری کر دیا ہوں نے کسی کو حضور ﷺ کی بارگاہ عالی میں بھیجا کہ آپ ہمیں چھوڑ دیں تاکہ ہم آپ کے شہروں سے نکل جائیں اور راہ مسافرت اختیار کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آج تمہاری التجا ناقابل پذیرائی ہے۔ (ہم نے تمہیں پہلے ہی دس دن کی مہلت دیدی تھی اس مہلت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے) اب یہی صورت ہے کہ تم تمام اسلحہ سے دست کش ہو کر صرف اتنا مال و اسباب جتنا جلدی و تیزی میں سوار یوں پر لاد سکو لے جا سکتے ہو۔“ اس پر وہ راضی ہو گئے۔ چنانچہ چھ سو اونٹ بار کر کے کچھ شام کی طرف چلے گئے اور کچھ خیبر کی جانب اور کچھ کسی اور طرف جلا وطن ہو گئے۔ وہ اپنی ضلالت اور شر و فساد کی بنا پر سرگرداں ہوئے۔ اور دینی اشاعت ان کے شر و فساد سے پاک و صاف ہوئی۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ یہ ذلیل و خوار یہود، نکلتے وقت خود کو بناتے سنوارتے، دف بجاتے اور گاتے ہوئے مدینہ سے نکلے۔ اور غزاء و جہاد کی مشروعیت کا مقصد ہی اہل کفار و عناد کے شر و فساد سے دینی آماجگاہ کو پاک و صاف بنانا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ درختوں سے ان ناکارہ و خراب شاخوں کو چھانٹا جائے جو پھل آنے میں رکاوٹ پیدا کریں۔ اگر کوئی کہے کہ اگر یہی وجہ



ہے تو ان کو قتل کرنا چاہئے تاکہ شرک کے آثار مٹیں اور فساد کا مادہ ختم ہو اور جبلا وطن کرنے میں تو ان کے خبث کا وجود باقی رہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ان سے غداری اور بد عہدی واقع ہوئی تھی اس کی سزا میں ان کو جلا وطنی کا حکم دیا گیا تھا اور جو لوگ جنگ و قتال پر آمادہ ہوئے اور اس کے لئے وہ ایستادہ ہو گئے وہ قتل کر دیئے گئے اور باقی کو جلا وطن فرما دیا اور بغیر قتال کے قتال کا حکم نہ فرمایا۔



## غزوة بنی المصطلق (شعبان یوم دوشنبہ ۵ ہجری)

ہجرت کے پانچویں سال غزوة مرتلیح (بضم میم و فتح راء و سکون یا) واقع ہوا۔ یہ بنی خزاعہ کے چشمہ کا نام ہے اس کو غزوة بنی المصطلق (بضم میم و سکون صاد و فتح طاء و کسر لام) بھی کہتے ہیں۔ مصطلق ایک شخص کا لقب ہے جس کا نام خزیمہ بن سعد بن عمرو ہے جو بنی خزاعہ کے بطن سے ہے اور صلح سخت و کرخت آواز کو کہتے ہیں اس غزوة کا وقوع دوشنبہ کے دن پانچویں ہجری کے ماہ شعبان کی دو راتیں گزرنے کے بعد ہوا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ شنبہ کا دن تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ یہ چوتھے سال میں ہوا ہے ارباب سیر کہتے ہیں کہ یہ سبقت قلم ہے کہ بجائے پانچ کے چار لکھ گئے۔ مختار یہ ہے کہ پانچ ہجری میں ہوا ہے اس غزوة کے وقوع کا سبب یہ ہے کہ حارث بن ابی ضرار نے جو کہ اس قبیلہ کا سردار تھا بعض قبائل عرب کو مدعو کیا تا کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کے لئے لشکر فراہم کرے۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کو پہنچی تو حضور ﷺ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بن الحصیب سلمیٰ کو جو کہ مشہور صحابی ہیں اس جماعت کی طرف بھیجا تا کہ تحقیق کر کے لائیں اور انہیں اجازت دی کہ ”الْحَرْبُ خُدَعَةٌ“ (جنگ ایک داؤ ہے) کے تحت جو مقتضائے حال ہو ان سے گفتگو کریں۔ تو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اس جماعت کی طرف

گئے اور انہوں نے گفتگو میں فرمایا کہ سنا گیا ہے کہ تم محمد (ﷺ) کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہو؟ اگر یہ بات واقع کے مطابق ہے تو میں تمہاری معاونت کروں گا اور تمہارے ساتھ جنگ میں شریک ہوں گا اس جماعت نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ سلوک کیا۔ انہوں نے کہا ہاں! ہمارا ارادہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کا پختہ عزم کے ساتھ ہے اس پر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تب تو مجھے اجازت دو تا کہ جا کر اپنے لوگوں کو مجتمع کر کے لاسکوں اس بہانہ سے وہ ان کے پاس سے آئے اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تمام حال پیش کیا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ لشکر اسلام مجتمع کر کے تشریف لے چلے مدینہ منورہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو خلیفہ بنایا اور مہاجرین کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیا اور انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مقدمہ لشکر پر متعین فرمایا۔ اس لشکر میں تیس گھوڑے مہاجرین کے تھے اور بیس گھوڑے انصار کے۔ بہت سے منافقوں نے بھی غنیمت اور دنیاوی سامان کے لالچ میں لشکر اسلام کے ساتھ موافقت کی اور راہ میں کافروں کے جاسوسوں کو پکڑا اور ان کے لشکر کے بارے میں پوچھا پہلے تو وہ انکار کرتے رہے بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈرانے دھمکانے سے انہوں نے اعتراف کیا پھر حضور ﷺ کے حکم سے انہیں قتل کیا گیا۔ جب حارثہ کو خبر پہنچی کہ حضور ﷺ ایک لشکر کے ساتھ اس کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں تو بنی مصطلق کے دلوں میں اس سے رعب و خوف پڑ گیا اور بہت سے وہ لوگ جو اطراف اکناف سے حارثہ بن ضرار کی جماعت میں جمع ہوئے تھے جدا ہونے لگے ہر ایک نے اپنی اپنی منزل کی راہ لی اور حارثہ کے پاس بجز بنی مصطلق کے کوئی نہ رہا حضور ﷺ نے وہاں پہنچ کر چشمہ مرسیع پر

قیام فرمایا اس سفر میں امہات المؤمنین میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں۔ کفار نے اپنے لشکر کو مرتب کر کے میدان جنگ میں مقابلہ کے لئے پاؤں رکھا جب دونوں طرف سے صفیں درست ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ وہ کفار کو خبردار کریں کہ اگر وہ لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیں تو ان کا خون اور تمام مال و اسباب محفوظ رہیں گے انہوں نے اس کا انکار کیا۔ لشکر اسلام نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں مشرکوں کے علمبردار کو قتل کر دیا اور انہیں شکست ہو گئی ان کے دس آدمی مارے گئے باقی تمام سردوں اور عورتوں کو اسیر بنا لیا اور بہت سا مال غنیمت از قسم چوپائے، انعام اور سپاہ ہاتھ آیا مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص شہید ہوا صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان پر ان کی غفلت کی حالت میں حملہ کا حکم دیا جبکہ وہ جانوروں کو پانی پلا رہے تھے اس کے بعد جنگ کرنے والوں کو قتل کیا اور بچوں کو قید کر لیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جنگ کی آگ ٹھنڈی ہو جانے کے بعد بنی مصطلق کا ایک شخص آیا اور وہ شرف اسلام سے مشرف ہوا اس نے کہا ہم جنگ کے دوران مردان سفید جامہ کو اہل گھوڑوں پر سوار لشکر اسلام کے درمیان دیکھتے رہے ہیں وہ ایسے تھے کہ ہم نے ان جیسے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے اور جویریہ جو امہات المؤمنین میں سے ہیں اسی غزوہ کی قیدیوں میں سے تھیں اور اسی حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تقسیم غنائم اور اسیروں سے فارغ ہوئے اس وقت حضور اکرم ﷺ میرے ساتھ ایک چشمہ پر تشریف فرما تھے اچانک جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث بن ضرار داخل ہوئی یہ عورت بہت ملیح اور صاحب حسن و جمال تھی جو کوئی اسے دیکھتا اس پر فریفتہ ہو جاتا۔ اس وقت میرے دل

میں آتش غیرت پیدا ہو گئی کہ مبادا حضور اکرم ﷺ اس کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کو اپنے ازدواج میں داخل فرمائیں اور بالآخر وہی ہوا جب جویریہ رضی اللہ عنہا آئی تو سب سے پہلی بات اس نے یہ کہی ”یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہوتی ہوں اور اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اِنَّكَ رَسُوْلُهُ“ پڑھتی ہوں اور کہا کہ میں حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں اور اس قبیلہ کی سردار اور پیشوا ہوں اور اب میں لشکر اسلام کے ہاتھ میں قید ہوں اور ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں اس نے مجھے مکاتب بنایا ہے اور میں اتنے مال کی طاقت نہیں رکھتی کہ بدل کتابت ادا کر سکوں میں امید رکھتی ہوں کہ آپ ﷺ میری مدد فرمائیں گے تاکہ میں ادائے کتابت کر سکوں“ حضور ﷺ نے فرمایا ”میں ایسا کروں گا اور اس سے بھی زیادہ میں تیرے ساتھ حسن سلوک کروں گا“ اس نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ اس سے بہتر سلوک کیا ہوگا؟“ فرمایا ”میں ادائے کتابت کر کے تجھے اپنے حوالہ عقد میں لا کر اپنی زوجیت سے سرفراز کروں گا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کے پاس کسی کو بھیجا اور مکاتبت کی رقم ان کو سپرد کرائی۔ آزاد ہونے کے بعد ان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ صحابہ عظام جب اس حقیقت سے مطلع ہوئے تو انہوں نے باہم خیال آرائی فرمائی اور کہا کہ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ سید کائنات ﷺ کے حرم پاک کے عزیزوں اور رشتہ داروں کی اسیری اور قید میں رکھ کر غلام بنائیں اور سب نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ بنی المصطلق کے قیدیوں کی تعداد ایک سو نو سے سے زیادہ تھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ کوئی عورت اپنی خیر و برکت میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بزرگ ہو۔

ارباب سیر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں

نے رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اپنے قبیلہ میں ایک خواب دیکھا کہ گویا ایک ماہتاب یثرب سے طلوع ہو کر اتر رہا ہے یہاں تک کہ وہ ماہتاب میری آغوش میں آگیا میں نے اپنے اس خواب کو کسی سے نہ کہا۔ یہاں تک کہ اس کی تعبیر سامنے آگئی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام اسیری سے پہلے ”برہ“ بمعنی نیکیو کار تھا سید عالم ﷺ نے ان کا نام ”جویریہ“ رکھا نام کی تبدیلی اپنی عادت شریفہ کی بنا پر تھی کہ آپ ﷺ ناموں کو بدل دیا کرتے تھے اگرچہ نام اچھا ہی ہو۔ لیکن اس میں آنحضرت ﷺ کی راہت محسوس کرتے تھے کہ مثلاً کوئی کہے کہ گھر میں ”برہ“ ہے؟ اور اس کا جواب ہے کہ ”برہ“ نہیں ہے یعنی نیکی و بھلائی نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نام رکھا جائے جس کے پکارنے میں کوئی بے برکتی اور بدشوگونی نہ ہو۔

اسی غزوہ میں اس منافق ملعون ابوالفضل نے جس کا نام عبد اللہ بن ابی ابن سلول تھا اور جو منافقوں کا سردار تھا اس نے کہا لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهُمَا الْأَكْذَلَّ۔ (اگر ہم مدینہ لوٹے تو ضرور عورت والے لوگ ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے) اس طرح اس نے مسلمانوں کی تذلیل و تحقیر کی۔ اس ملعون نے یہ بات اس بنا پر کہی تھی کہ سنان (بکسر سین) بن وَبَرِّ (بفتح واو و سکون باء) جہنی جو قبیلہ خزرج کی طرف سے عمرو بن عوف کا حلیف و ہم سوگند تھا اور جہاہ بن سعید غفاری جو کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اجیر و مزدور تھے ان دونوں کے درمیان کسی ادنیٰ سی بات پر جھگڑا واقع ہوا وہ جھگڑا یہ تھا کہ دونوں کے ڈول کنویں میں گر پڑے تھے اور یہ دونوں ڈول ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور مشابہ تھے ان دونوں میں سے ایک ڈول نکل آیا سنان نے کہا ”یہ میرا ڈول ہے۔“ اور جہاہ نے کہا ”یہ میرا ڈول ہے“ ارباب سیر کہتے ہیں کہ واقع میں یہ ڈول سنان کا تھا یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ جہاہ نے ایک گھونہ سنان کے منہ پر مار دیا اس کے

منہ سے خون بہنے لگا۔ اس کے بعد سنان نے جو انصار کا حلیف تھا انصار سے استغاثہ کیا اور جہاہ نے مہاجرین کی طرف رخ کیا دونوں طرف کی جماعتیں ہتھیار باندھ کر نکل آئیں قریب تھا کہ فتنے کی آگ بھڑک اٹھے کہ مہاجرین کے ایک گروہ نے سنان سے درخواست کی کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے سنان ان کے کہنے کی بنا پر اپنے حق سے دستبردار ہو گئے۔ یہ خبر جب عبد اللہ ابن ابی منافق کو پہنچی اور یہ پہلے ہی گزر چکا ہے کہ اس غزوہ میں منافقین بھی ہمراہ تھے اور یہ منافق ملعون ابن ابی بھی از قبیلہ انصار تھا جب اس نے سنا کہ جہاہ نے جو مہاجرین سے منتسب ہے سنان کے ساتھ جو انصار کا حلیف تھا ایسا سلوک کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عداوت کی بنا پر کفر و نفاق کی رگ پھڑکی اور ان منافقوں سے جو اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس نے کہا مہاجرین کے ہاتھوں میں جو اتنی قدرت و طاقت پیدا ہوئی ہے وہ ہمارے واسطے سے ہے اور ان کے وجود کی بقا ہم سے وابستہ ہے وہ ایسا سلوک کرتے ہیں جس طرح کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کہاوت مشہور ہے کہ سَمِينٌ كَلْبِكَ يَا كَلْبُكَ اپنے کتے کو فریہ کرتا کہ وہ تجھے کھائے۔ اور اس نے کہا اگر ہم مدینہ لوٹے تو ضرور بہت زیادہ عزت والے وہاں سے ان کو جو بہت خوار ہیں نکال دیں گے۔ اس ملعون نے ”اعز“ سے مراد اپنے آپ کو لیا اور ”اذل“ سے مراد ذات بابرکات رسول خدا ﷺ کو لیا (نعوذ باللہ واللہ اعلم)۔

جس مجلس میں اس ملعون نے یہ بات منہ سے نکالی تھی۔ حضرت

زید بن رضی اللہ عنہ رقم انصاری اس میں تشریف فرماتے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا تھا نقل کر دیا اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی حضور ﷺ کی اس مجلس مبارک میں حاضر تھے حضور ﷺ نے زید کے قول کو منسوب بفرض رکھا۔ اور فرمایا ممکن ہے کہ ان

کے سننے میں غلطی واقع ہوئی ہے اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر اپنی بات کی سچائی کا یقین دلایا اس کے بعد اس منافق ملعون کی یہ بات پورے لشکر اسلام میں پھیل گئی اور انصار کی ایک جماعت نے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ارقم کی سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ ”تم نے ایک قوم کے سردار پر جھوٹ باندھا ہے۔“ زید رضی اللہ عنہ نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے یہ بات اس سے خود سنی ہے اور مجھے امید ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر اس سلسلہ میں ضرور وحی بھیجے گا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجئے کہ میں اس منافق ملعون کی گردن اڑا دوں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا ”اگر میں نے اس کے قتل کا حکم دیا تو لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کراتے تھے۔“ اس کے بعد حضور ﷺ نے سب کو کوچ کرنے کا حکم فرمایا باوجود یکہ دھوپ اور ہوا بہت گرم و شدید تھی مگر مقصود یہ تھا کہ صحابہ کرام، منافقین کے بارے میں سوچ بچار نہ کر سکیں اور اس گفتگو میں نہ پڑیں اس پر حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہوئی جو آپ ﷺ نے اتنی شدت و تمازت میں کوچ کا حکم فرما دیا“ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے ساتھی یعنی عبد اللہ بن ابی نے کیا کہا ہے؟“ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ چاہیں تو ہم اسے مدینہ سے نکال دیں کیوں کہ اعراب ہیں اور اذل وہ ملعون ہے اور عورت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور مسلمانوں کے لئے ہے۔“ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! اس کے ساتھ نرمی اور مدارت فرمائیے کیوں کہ آپ ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ کے تمام لوگ اس پر متفق تھے کہ مدینہ کی بادشاہی کا تاج اس کے سر پر رکھیں اور اسے مدینہ کا سردار اور امیر بنائیں لیکن آپ ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے اس



کی امارت و حکومت کا امکان ختم ہو گیا اور اب اس کی بیچارگی اور حسد سے ایسی بیہودہ باتیں کہنے پر مجبور کرتی ہے۔ “بعض انصار نے حضور ﷺ کی مجلس شریف سے نکل کر اس ملعون منافق سے کہا کہ ”اس قسم کی باتیں تیرے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے حضور میں ہوئی ہیں اگر تو نے ایسا کہا ہے تو چل کر معافی مانگ لے اور اگر نہیں کہا ہے تو انکار کر دے اور قسم کھالے مگر خبردار جھوٹ نہ کہنا کیوں کہ قرآن تیری مذمت میں نازل ہو جائے گا۔“ اس پر وہ ملعون منافق آیا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے جسے زید رضی اللہ عنہ میری طرف منسوب کرتے ہیں۔“ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بہت غمزہ اور دل شکستہ ہو گیا۔ اس کے بعد سورہ منافقین نازل ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا ”تمہیں بشارت ہو کہ حق تعالیٰ نے تمہاری تصدیق فرمائی اور اس منافق کی تکذیب کی۔ پھر حضرت عبد اللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ ابن ابی کے پاس آئے اور اس کی خوب مذمت فرمائی اور فرمایا۔

”اٹھ اور حضور اکرم ﷺ کے پاس چل تا کہ حضور اکرم ﷺ تیرے لئے استغفار کریں۔“

وہ سیاہ باطن اپنی گردن جھٹکنے لگا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔  
 ”اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے چلو تا کہ رسول اللہ تمہارے لئے استغفار کریں تو وہ سروں کو جھٹکتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ حاضر ہونے سے کتراتے ہیں یہ لوگ میبکر و گردن کش ہیں۔“

مروی ہے کہ ابن ابی ملعون کا ایک لڑکا تھا جو مسلمان، موحد، مخلص اور محب بارگاہ نبوت تھا۔ لوٹتے وقت جب مسلمان وادی عقیق پر پہنچے تو وہ لڑکا سر راہ کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ جب اس کا باپ پہنچا اور اس نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو وہ اس

کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے روک کر کہنے لگا۔

”کہو بنی آدم میں سب سے زیادہ عزت والے حضور ﷺ ہیں اور سارے عالم میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار تو ہے۔“

جو بھی اس کیفیت کو دیکھتا تعجب کرتا۔ جب حضور ﷺ پہنچے اور یہ ملاحظہ فرمایا کہ ابن ابی کا بیٹا اسے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے تلوار کھینچ کر روک رہا ہے اور اس کا باپ کہہ رہا ہے کہ:

”میں بچوں سے زیادہ ذلیل ہوں اور میں عورتوں سے زیادہ خوار ہوں“

مگر وہ بیٹا بدستور داخل ہونے میں مانع ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے

فرمایا۔

”چھوڑ دو کہ وہ داخل ہو جائے“

پھر اس نے باپ کا راستہ چھوڑ دیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ غزوة بنی المصطلق سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ کے قریب اتنی شدید اور تیز آندھی چلی کہ لوگوں نے گمان کیا شاید دشمنوں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کر دیا ہے اور وہ لوٹ مار کر رہے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا خوف نہ کرو، مدینہ طیبہ ہر آفت و خوف سے محفوظ ہے اور اس کا کوئی گوشہ اور کوئی گھائی ایسی خالی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ پاسبانی و محافظت میں مقرر نہ ہو۔ لیکن آج کوئی عظیم النفاق منافق مرگیا ہے وہ زید بن رفاعہ تھا جو ابن ابی کا دوست تھا اور اس منافق کے مرنے سے ابن ابی کو بڑا رنج و ملال ہوا تھا کیوں کہ یہ دونوں منافقین آپس میں بڑی محبت رکھتے تھے۔ اس غزوة سے میں حضور ﷺ کے اٹھائیس دن صرف ہوئے۔

## غزوة خندق (ذی قعد پانچ ہجری)

۵ ہجری کی تمام لڑائیوں میں یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کن جنگ ہے چونکہ دشمنوں سے حفاظت کے لئے شہر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی۔ اس لئے یہ لڑائی ”جنگ خندق“ کہلاتی ہے اور چونکہ تمام کفار عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی۔ اس لئے اس لڑائی کا دوسرا نام ”جنگ احزاب“ (تمام جماعتوں کی متحدہ جنگ) ہے۔ قرآن مجید میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔

”قبیلہ بنو نضیر“ کے یہودی جب مدینہ سے نکال دیئے گئے تو ان میں سے یہودیوں کے چند رؤسا ”خیبر“ میں جا کر آباد ہو گئے اور خیبر کے یہودیوں نے ان لوگوں کا اتنا اعزاز و اکرام کیا کہ سلام بن الحقیق، وحی بن اخطب و کنانہ بن الربیع کو اپنا سردار مان لیا۔ یہ لوگ چونکہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں دہک رہی تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی اسکیم بنائی۔ چنانچہ یہ تینوں اس مقصد کے پیش نظر مکہ گئے اور کفار قریش سے مل کر یہ کہا کہ اگر تم لوگ ہمارا ساتھ دو تو ہم لوگ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ کفار قریش تو اس کے

بھوکے ہی تھے۔ فوراً ہی ان لوگوں نے یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ کفار قریش سے ساز باز کر لینے کے بعد ان تینوں یہودیوں نے ”قبیلہ بنو غطفان“ کا رخ کیا اور خیبر کی آدھی آمدنی دینے کا لالچ دے کر ان لوگوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا پھر بنو غطفان نے اپنے حلیف ”بنو اسد“ کو بھی جنگ کے لئے تیار کر لیا۔ ادھر یہودیوں نے اپنے حلیف ”قبیلہ بنو اسد“ کو بھی اپنا ہموا بنا لیا اور کفار قریش نے اپنی رشتہ داریوں کی بنا پر ”قبیلہ بنو سلیم“ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا غرض اس طرح تمام قبائل عرب کے کفار نے مل جل کر ایک لشکر جرار تیار کر لیا۔ جس کی تعداد دس ہزار تھی اور ابوسفیان اس پورے لشکر کا سپہ سالار بن گیا۔

جب قبائل عرب کے تمام کافروں کے اس گٹھ جوڑ اور خوفناک حملہ کی خبریں مدینہ پہنچیں تو حضور اقدس ﷺ نے اپنے اصحاب کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ اس حملہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ جنگ احد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنی بڑی فوج کے حملہ و میدان لڑائی میں لڑنا مصلحت کے خلاف ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ شہر کے اندر رہ کر اس حملہ کا دفاع کیا جائے اور شہر کے گرد جس طرف سے کفار کی چڑھائی کا خطرہ ہے ایک خندق کھودی جائے تاکہ کفار کی پوری فوج بہ یک وقت حملہ آور نہ ہو سکے۔ مدینہ کے تین طرف چونکہ مکانات، تنگ گلیاں اور کھجوروں کے جھنڈ تھے۔ اس لئے ان تینوں جانب سے حملہ کا امکان نہیں تھا۔ مدینہ کا صرف ایک رخ کھلا تھا اس لئے یہ طے کیا گیا کہ اس طرف پانچ گز گہری خندق کھودی جائے۔ چنانچہ ۸ ذوقعدہ ۵ھ کو حضور ﷺ تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ حضور ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے خندق کی حد بندی فرمائی اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمادی اور تقریباً بیس دن میں یہ خندق

تیار ہوگئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ خندق کے پاس تشریف لائے اور جب یہ دیکھا کہ انصار و مہاجرین کڑکڑاتے ہوئے جاڑے کے موسم میں صبح کے وقت کئی کئی فاقوں کے باوجود جوش و خروش کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول ہیں تو انتہائی متاثر ہو کر آپ ﷺ نے یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا۔

ترجمہ: ”اے اللہ! بلاشبہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ لہذا تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔“

اس کے جواب میں انصار و مہاجرین نے آواز ملا کر یہ پڑھنا شروع کر دیا کہ۔

ترجمہ: ”ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد پر حضرت محمد ﷺ کی بیعت کر لی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔“

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ خود بھی خندق کھودتے اور مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے شکم مبارک پر غبار کی تہہ جم گئی تھی اور مٹی اٹھاتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جوش دلانے کے لئے رجز کے اشعار پڑھتے تھے کہ۔

ترجمہ: ”اللہ کی قسم! اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھتے۔ لہذا اے اللہ! تم ہم پر قلبی اطمینان اتار دے۔ جنگ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ۔ یقیناً ان (کافروں) نے ہم پر ظلم کیا ہے اور جب بھی لوگوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم لوگوں نے انکار کر دیا لفظ ”ابینا“ حضور ﷺ بار بار یہ تکرار بلند آواز سے دہراتے تھے۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ خندق کھودتے وقت ناگہاں ایک

ایسی چٹان نمودار ہو گئی جو کسی سے بھی نہیں ٹوٹی۔ جب ہم نے بارگاہ رسالت ﷺ میں یہ ماجرا عرض کیا تو آپ ﷺ اٹھے۔ تین دن کا فاقہ تھا اور شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے پھاوڑا مارا تو وہ چٹان ریت کے بھر بھرے ٹیلے کی طرح بکھر گئی۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس چٹان پر تین مرتبہ پھاوڑا مارا۔ ہر ضرب پر اس میں سے ایک روشنی نکلتی تھی اور اس روشنی میں آپ ﷺ نے شام و ایران اور یمن کے شہروں کو دیکھ لیا اور تینوں ملکوں کے فتح ہونے کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بشارت دی۔

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مدائن کسری و مدائن قیسریہ و مدائن حبشہ کی فتوحات کا اعلان فرمایا۔

حضور اقدس ﷺ نے خندق تیار ہو جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ قلعوں میں جمع فرما دیا اور مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنے خلیفہ بنا کر تین ہزار انصار و مہاجرین کی فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل کر صلح پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے صلح آپ ﷺ کی پشت پر تھا اور آپ ﷺ کے سامنے خندق تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علم بردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

کفار قریش اور ان کے اتحادیوں نے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور تین طرف سے کافروں کا لشکر اس زور و شور کے ساتھ مدینہ پر امنڈ پڑا کہ شہر کی فضاؤں میں گرد و غبار کا طوفان اٹھ گیا۔

منافقین جو مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے تھے۔ وہ کفار کے اس لشکر دیکھتے ہی بزدل ہو کر پھسل گئے اور اس وقت ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا۔

چنانچہ ان لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگنی شروع کر دی۔ لیکن اسلام کے سچے جاں نثار مہاجرین و انصار نے جب لشکر کفار کی طوفانی یلغار کو دیکھا تو اس طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے کہ ”سَلَح“ اور ”اَحَد“ کی پہاڑیاں سر اٹھا اٹھا کر ان مجاہدین کی اولوالعزمی کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔

قبیلہ بنو قریظہ کے یہودی اب تک غیر جانب دار تھے لیکن بنو نضیر کے یہودیوں نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملا کر لشکر کفار میں شامل کر لینے کی کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ حی بن اخطب ابوسفیان کے مشورہ سے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا۔ پہلے تو اس نے اپنا دروازہ نہیں کھولا اور کہا کہ ہم محمد ﷺ کے حلیف ہیں اور ہم نے ان کو ہمیشہ اپنے عہد کا پابندہ پایا ہے۔ اس لئے ہم ان سے عہد شکنی کرنا خلاف مروت سمجھتے ہیں۔ مگر بنو نضیر کے یہودیوں نے اس قدر شدید اصرار کیا اور طرح طرح سے ورغلا یا کہ بالآخر کعب بن اسد معاہدہ توڑنے کے لئے راضی ہو گیا۔ بنو قریظہ نے جب معاہدہ توڑ دیا اور کفار سے مل گئے تو کفار مکہ اور ابوسفیان خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ کو جب اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بنو قریظہ کے پاس بھیجا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ واقعی بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ جب ان دونوں معزز صحابیوں نے بنو قریظہ کو ان کا معاہدہ یاد دلایا تو ان بد ذات یہودیوں نے انتہائی بے حیائی کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا کہ ہم کچھ نہیں جانتے کہ محمد ﷺ کون ہیں؟ اور معاہدہ کس کو کہتے ہیں؟ ہمارا کوئی معاہدہ ہوا ہی نہیں تھا۔ یہ سن کر دونوں حضرات واپس آگئے اور صورت حال سے حضور ﷺ کو مطلع کیا تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے ”اللہ اکبر“ کہا اور فرمایا کہ مسلمانو، تم اس سے نہ گھبراؤ۔ نہ اس کا غم

کرو۔ اس میں تمہارے لئے بشارت ہے۔

کفار کا لشکر جب آگے بڑھا تو سامنے خندق دیکھ کر ٹھہر گیا اور شہر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور تقریباً ایک مہینے تک کفار شہر مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے پڑے رہے اور یہ محاصرہ اس سختی کے ساتھ قائم رہا کہ حضور ﷺ اور صحابہ پر کئی کئی فاقے گزر گئے۔

کفار نے ایک طرف تو خندق کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف اس لئے حملہ کرنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی عورتیں اور بچے قلعوں میں پناہ گزین تھے۔ مگر حضور ﷺ نے جہاں خندق کے مختلف حصوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقرر فرما دیا تھا کہ وہ کفار کے حملوں کا مقابلہ کرتے رہیں۔ اسی طرح عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متعین کر دیا تھا۔

محاصرہ کی وجہ سے مسلمانوں کی پریشانی دیکھ کر حضور ﷺ نے خیال کیا کہ ہمیں مہاجرین و انصار ہمت نہ ہار جائیں اس لئے آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ قبیلہ غطفان کے سردار عینیہ بن حصن سے اس شرط پر معاہدہ کر لیں کہ وہ مدینہ کی ایک تہائی پیداوار لے لیا کرے اور کفار مکہ کا ساتھ چھوڑ دے۔ مگر جب آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا تو ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اتر چکی ہے جب تو ہمیں اس سے انکار کی مجال ہی نہیں ہو سکتی اور اگر یہ ایک رائے ہے تو یا رسول اللہ ﷺ جب ہم کفر کی حالت میں تھے اس وقت تو قبیلہ غطفان کے سرکش کبھی ہماری ایک کھجور نہ لے سکے اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اسلام اور آپ ﷺ کی غلامی کی عزت سے سرفراز فرما دیا ہے تو بھلا کیوں کر ممکن ہے کہ ہم اپنا مال ان کافروں کو دے دیں گے؟ ہم ان کفار کو



کھجوروں کا انبار نہیں۔ بلکہ نیزوں اور تلواروں کی مار کا تحفہ دیتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔ یہ سن کر حضور ﷺ خوش ہو گئے اور آپ ﷺ کو پورا پورا اطمینان ہو گیا۔

خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی نہیں ہو سکتی تھی اور کفار حیران تھے کہ اس خندق کو کیونکر پار کریں۔ مگر دونوں طرف سے روزانہ برابر تیر اور پتھر چلا کرتے تھے۔ آخر ایک روز عمر بن عبدود، وکرمہ بن ابو جہل و ہیرہ بن وہب و ضرار بن الخطاب وغیرہ کفار کے چند بہادروں نے بنو کنانہ سے کہا کہ اٹھو۔ آج مسلمانوں سے جنگ کر کے بتا دو کہ شہسوار کون ہے؟ چنانچہ یہ سب خندق کے پاس آگئے اور ایک ایسی جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی کچھ کم تھی گھوڑا کود کر خندق کو پار کر لیا۔

سب سے آگے عمرو بن عبدود تھا۔ یہ اگرچہ نوے برس کا خزانٹ بڑھا تھا۔ مگر ایک ہزار سواروں کے برابر بہادر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ نکلا تھا اور اس نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا یہ آگے بڑھا اور چلا چلا کر مقابلہ کی دعوت دینے لگا۔ تین مرتبہ اس نے کہا کہ کون ہے جو میرے مقابلہ کو آتا ہے؟ تینوں مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ”شیر خدا“ نے اٹھ کر جواب دیا کہ ”میں“ حضور ﷺ نے روکا کہ اے علی! یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ لیکن میں اس سے لڑوں گا۔ یہ سن کر تاجدار نبوت ﷺ نے اپنی خاص تلوار ذوالفقار اپنے دست مبارک سے حیدر کرار کے مقدس ہاتھ میں دے دی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے سرانور پر عمامہ باندھا اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! تو علی کی مدد فرما۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عبدود کے درمیان جملوں کا تبادلہ ہوا۔ ان جملوں کو سن کر عمرو بن عبدود خون کھولا دینے والے یہ گرم گرم جملے سن کر مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیدل تھے اور یہ سوار تھا۔ اس پر جو غیرت سوار ہوئی تو گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنی تلوار سے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے اور ننگی تلوار لے کر آگے بڑھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے اس وار کو اپنی ڈھال پر روکا۔ یہ وار اتنا سخت تھا کہ تلوار ڈھال اور عمامہ کو کاٹتی ہوئی پیشانی پر لگی۔ گو بہت گہرا زخم نہیں لگا مگر پھر بھی زندگی بھر یہ طغریٰ آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر یادگار بن کر رہ گیا۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر لاکارا کہ اے عمرو! سن بھل جا۔ اب میری باری ہے۔ یہ کہہ کر اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ نے ذوالفقار کا ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ تلوار دشمن کے شانے کو کاٹتی ہوئی کمر سے پار ہو گئی اور وہ تلملا کر زمین پر گرا اور دم زدن میں مر کر فی النار ہو گیا اور میدان کارزار زبان حال سے پکارا اٹھا کہ۔

شاہ مرداں، شیر یزداں قوت پروردگار

لَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا اور منہ پھیر کر چل دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود کی زرہ کیوں نہیں اتار لی۔ سارے عرب میں اس سے اچھی کوئی زرہ نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! ذوالفقار کی مار سے وہ اس طرح بے قرار ہو کر زمین پر گرا کہ اس کی شرمگاہ کھل گئی۔ اس لئے حیا کی وجہ سے میں نے منہ پھیر لیا۔

اس کے بعد نوفل غصہ میں پھرا ہوا میدان میں نکلا اور پکارنے لگا کہ

میرے مقابلہ کے لئے کون آتا ہے؟ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اس پر بجلی کی

طرح جھپٹے اور ایسی تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور تلوار زین کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی کمر تک پہنچ گئی۔ لوگوں نے کہا کہ اے زبیر! تمہاری تلوار کی تو مثال نہیں مل سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تلوار کیا چیز ہے؟ کلانی میں دم خم اور ضرب میں کمال چاہئے۔ ہیرہ اور ضرار بھی بڑے طنطنہ سے آگے بڑھے مگر جب ذوالفقار کا وار دیکھا تو لرزہ بر اندام ہو کر فرار ہو گئے۔ کفار کے باقی شہسوار بھی جو خندق کو پار کر کے آگئے تھے وہ سب بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ابو جہل کا بیٹا عکرمہ تو اس قدر بدحواس ہو گیا کہ اپنا نیزہ پھینک کر بھاگا اور خندق کے پار جا کر اس کو قرار آیا۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ نوفل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور بعض نے یہ کہا کہ نوفل حضور ﷺ پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنے گھوڑے کو کودا کر خندق کو پار کرنا چاہتا تھا کہ خود ہی خندق میں گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔ بہر حال کفار مکہ نے دس ہزار درہم میں اس کی لاش کو لینا چاہا تا کہ وہ اس کو اعزاز کے ساتھ دفن کریں۔ حضور ﷺ نے رقم لینے سے انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم کو اس لاش سے کوئی غرض نہیں۔ مشرکین اس کو لے جائیں اور دفن کریں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اس دن کا حملہ بہت ہی سخت تھا۔ دن بھر لڑائی جاری رہی اور دونوں طرف سے تیر اندازی اور پتھر بازی کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کسی مجاہد کا اپنی جگہ سے ہٹانا ناممکن تھا۔ خالد بن ولید نے اپنی فوج کے ساتھ ایک جگہ سے خندق کو پار کر لیا اور بالکل ہی ناگہاں حضور ﷺ کے خیمہ اقدس پر حملہ آور ہو گیا مگر حضرت اسید بن حفیر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا اور دو سو مجاہدین کو ساتھ لے کر دوڑ پڑے اور خوب جم کر لڑے۔ اس لئے کفار خیمہ اطہر تک نہ پہنچ سکے۔

اس گھمسان کی لڑائی میں حضور ﷺ کی نماز عصر قضا ہو گئی۔ بخاری شریف

کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد کفار کو بڑا بھلا کہتے ہوئے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نماز عصر نہیں پڑھ سکا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی ہے پھر آپ ﷺ نے وادی بطنان میں سورج غروب ہو جانے کے بعد نماز عصر قضا پڑھی۔ پھر اس کے بعد نماز مغرب ادا فرمائی اور کفار کے حق میں دعا مانگی:

حضور ﷺ نے جنگ خندق کے موقع پر جب کہ کفار مدینہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور کسی کے لئے شہر سے باہر نکلنا دشوار تھا تین دفعہ ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو قوم کفار کی خبر لائے؟ تینوں مرتبہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے جو حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں یہ کہا کہ ”میں یا رسول اللہ ﷺ خبر لاؤں گا“ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اس جان نثاری سے خوش ہو کر تاجدار عالم ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر نبی کیلئے حواری (مددگار خاص) ہوتے ہیں اور میرا ”حواری“ زبیر ہے۔“

اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت سے ”حواری“ کا خطاب ملا جو کسی دوسرے صحابی کو نہیں ملا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت ہی کم ہوا۔ یعنی کل چھ مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے مگر انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا۔ یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار اعظم تھے۔ اس جنگ میں ایک تیر سے زخمی ہو گئے اور پھر شفا یاب نہ ہو سکے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک چھوٹی سی ذرہ پہنے ہوئے جوش میں بھرے ہوئے نیزہ لے کر لڑنے کے لئے جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی ایک رگ

جس کا نام اکحل ہے وہ کٹ گئی جنگ ختم ہونے کے بعد ان کے لئے حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج کرنا شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے ان کے زخم کو دو مرتبہ داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا۔ لیکن انہوں نے ثوق شہادت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ ”یا اللہ! تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے جنگ کرنے کی مجھے اتنی زیادہ تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے۔ جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا۔ اے اللہ میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو۔ جب تو مجھے زندہ رکھتا کہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جہاد کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو میرے اس زخم کو تو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے موت عطا فرما دے۔“

آپ ﷺ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ ﷺ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہ کر مسجد نبوی کے اندر بنی غفار کے خیمہ میں پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہارے خیمہ سے بہہ کر ہماری طرف آرہا ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ ﷺ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ اسی زخم میں ان کی وفات ہو گئی۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ ﷺ کی موت سے عرش الہی ہل گیا اور ان کے جنازہ میں ستر ہزار ملائکہ حاضر ہوئے اور جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں مشک کی خوشبو آنے لگی۔

عین وفات کے وقت حضور انور ﷺ ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ انہوں نے آنکھ کھول کر آخری بار جمال نبوت کا نظارہ کیا اور کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ

یا رسول اللہ - پھر با آواز بلند یہ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔

جنگ خندق میں ایک ایسا موقع بھی آیا کہ جب یہودیوں نے یہ دیکھا کہ ساری مسلمان فوج خندق کی طرف مصروف جنگ ہے تو جس قلعہ میں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے پناہ گزین تھے۔ یہودیوں نے اچانک اس پر حملہ کر دیا اور ایک یہودی دروازہ تک پہنچ گیا۔ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کو دیکھ لیا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اس یہودی کو قتل کر دو۔ ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو یہاں کا حال و ماحول بتا دے گا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی اس وقت ہمت نہیں پڑی کہ اس یہودی پر حملہ کریں۔ یہ دیکھ کر خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑی اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ پھر خود ہی اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر حملہ آور یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ کے اندر بھی کچھ فوج موجود ہے۔ اس ڈر سے انہوں نے پھر اس طرف حملہ کرنے کی جرأت ہی نہیں کی۔

حضرت نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ قبیلہ غطفان کے بہت ہی معزز سردار تھے اور قریش و یہود دونوں کو ان کی ذات پر پورا پورا اعتماد تھا۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن کفار کو ان کے اسلام کا علم نہ تھا۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں یہ درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ مجھے اجازت دیں تو میں یہودیوں اور قریش دونوں سے ایسی گفتگو کروں کہ دونوں میں پھوٹ پڑ جائے۔ آپ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے یہود اور قریش سے الگ الگ کچھ اس قسم کی باتیں کیں جس سے واقعی دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔

ابوسفیان شدید سردی کے موسم، طویل محاصرہ، فوج کا راشن ختم ہو جانے

سے حیران و پریشان تھا۔ جب اس کو یہ پتا چلا کہ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو اس کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ بالکل ہی بد دل ہو گیا۔ پھر ناگہاں کفار کے لشکر پر قہر و قہار و غضب جبار کی ایسی مار پڑی کہ اچانک مشرق کی جانب سے ایسی طوفان خیز آندھی آئی کہ دیگیں چولھوں پر سے الٹ پلٹ ہو گئیں۔ خیمے اکھڑا کھڑ کر اڑ گئے اور کافروں پر ایسی وحشت سوار ہو گئی کہ انہیں راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں رہا۔

ابوسفیان نے اپنی فوج میں اعلان کر دیا کہ راشن ختم ہو چکا۔ موسم انتہائی خراب ہے۔ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ لہذا اب محاصرہ بے کار ہے۔ یہ کہہ کر کوچ کا نقارہ بجا دینے کا حکم دے دیا اور بھاگ نکلا قبیلہ غطفان کا لشکر بھی چل دیا۔ بنو قریظہ بھی محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے اور ان لوگوں کے بھاگ جانے سے مدینہ کا مطلع کفار کے گرد و غبار سے صاف ہو گیا۔

## غزوة بنی قریظہ (ذی قعدہ یوم چہار شنبہ ۵ ہجری)

جب آنحضرت ﷺ غزوة خندق سے واپس تشریف لائے تو نماز ظہر کے بعد بنو قریظہ سے جنگ کا حکم آیا۔ بنو قریظہ نقض عہد کر کے احزاب کے ساتھ مل گئے تھے۔

اس لیے حضور انور ﷺ تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور پچیس دن ان کو محاصرہ میں رکھا۔ آخر کار انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا حکم منظور کر لیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کیے جائیں۔ عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے جائیں اور ان کا مال و اسباب غنیمت سمجھا جائے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

قَضَيْتُ بِحُكْمِ اللَّهِ۔

”تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔“ (استثناء۔ باب ۲۰ آیت ۱۰)

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مردوں کی تعداد چھ یا سات سو تھی۔



## غزوة خيبر (محرم الحرام ۷ ہجری)

خیبر ایک بڑے شہر کا نام ہے جس میں متعدد قلعے اور بکثرت کھیتیاں ہیں۔ یہ مدینہ منورہ سے آٹھ برید کے فاصلہ پر شام کی جانب ہے۔ قاموس میں ہے کہ خیبر مشہور قلعہ کا نام ہے۔ اس غزوة کا وقوع ہجرت کے ساتویں سال میں ہوا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سات ہجری ماہ محرم کے آخری دنوں میں تشریف لے گئے اور دس یا بارہ روز تک ان کا محاصرہ فرمایا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فتح کرا دیا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آخر سن چھ ہجری میں ہے۔ یہ امام مالک سے منقول ہے اور اسی پر ابن حزم نے جزم کیا ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے ایک ہزار چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے گئے مواہب میں ایک ہزار ایک سو پیدل اور دو سو سوار مروی ہے۔

اس غزوہ کے وقوع کا سبب یہ تھا کہ جب حق تعالیٰ نے حدیبیہ سے واپسی کے وقت سورہ "انافحتا" نازل فرمائی اور بشارت دی اور اپنے نبی ﷺ سے وقوع فتح اور غنائم کا وعدہ فرمایا اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:-

وَعَدَّاكُمْ اللّٰهُ مَغَانِمًا كَثِيرَةً تَأْخُذُ وَنَهَّاكُمْ عَمَلِ لَكُمْ هٰذِهِ

"اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا جنہیں تم حاصل کرو

کے تو ان غنائم کو تمہارے لئے مقرر کر دیا۔“

تو حضور اکرم ﷺ نے اس وعدہ غنائم کو فتح خیبر پر محمول فرمایا۔ اگرچہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ تو یہ تھی اور اشارہ میں بات فرمایا کرتے تھے لیکن اس جگہ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صاف صاف بتا دیا۔ اور فرمایا:

”لشکر کی تیاری کرو کیوں کہ ہم غزوہ خیبر کی طرف جانے والے ہیں۔“

مدینہ منورہ میں سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لیا اور دیگر بیس مسلمان عورتوں کو بھی تیمارداری اور مرہم پٹی اور دیگر خدمات کے لئے ساتھ لے لیا۔ اور لشکر کے مقدمہ پر عکاشہ بن محسن اسدی کو اور میمنہ پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اور میسرہ وغیرہ پر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا۔ لشکر اسلام میں دو سو گھوڑے سوار تھے۔ اور تین گھوڑے تو خاص رسول اللہ ﷺ کے تھے اور کثرت سے اونٹ تھے حضور ﷺ نے حکم دیا اس سفر میں کوئی شخص اس غرض سے ہمارے ساتھ شامل نہ ہو جسے دنیاوی مال کی طمع ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن سلول منافق نے ہمراہ جانے کی حضور ﷺ سے اجازت مانگی حضور ﷺ نے اس کے جواب میں یہ بات فرمائی اس منافق نے یہود کو خبر بھیجی کہ ”محمد (ﷺ) تمہارے استیصال کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خبردار اپنے قلعوں میں داخل نہ ہونا باہر نکل کر ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کرو۔ کیوں کہ سامان جنگ تمہارے پاس بہت زیادہ ہے۔ اور تمہارے خدام خذلہم اللہ“ بہت کثرت سے ہیں۔“

حضور اکرم ﷺ کا منافقوں کو اس غزوہ میں شریک ہونے سے منع فرمانے کا سبب یہ تھا چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں سے کثیر مغانم کا وعدہ کیا گیا تھا اور اس پر صراطِ مستقیم کی ہدایت مترتب ہوتی تھی اس بنا پر اس غزوے کو

منافقوں کی ناپاکی سے پاک رکھا اور نہ چاہا کہ ان مغانم میں مخلص مسلمانوں کے ساتھ منافقین بھی شریک ہوں۔ (واللہ اعلم)

اس غزوے کا مکمل قصہ، جزئی اور کلی واقعات کے ساتھ کتب سیر میں مذکور ہے۔ ہماری روش چونکہ اختصار کی ہے اس لئے ہم ان بڑے بڑے کلی واقعات کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں جن میں فوائد عظیمہ اور حج قاہرہ مذکور ہیں۔ (وباللہ التوفیق)

جاننا چاہئے کہ صحیح بخاری میں سلمہ بن الاکوع کی حدیث مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کے لئے نکلے ہم قطع مسافت کر رہے تھے کہ ایک رات ہم میں سے عامر بن سنان بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے کہا گیا تم ہمیں اپنے ان اشعار و رجز میں سے کچھ سناتے نہیں جو تمہیں یاد ہیں؟ چونکہ عامر رضی اللہ عنہ شاعر اور حدی خواں شخص تھا اور بلند آواز سے خوب پڑھا کرتا تھا۔ اور اہل عرب کی عادت تھی کہ جب ان پر راہ کی تھکن لاحق ہوتی اور ان کے چلنے سے مجبور ہو جاتے تو حدی پڑھتے یہاں تک کہ اونٹ مست ہو کر تیزی کے ساتھ مسافت طے کر لیتے اس پر عامر رضی اللہ عنہ اونٹ سے نیچے اتر آئے اور حدی پڑھنے لگے اور عبد اللہ بن رواحہ کے وہ اشعار جن کے شروع میں یہ ہے کہ:

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا أَهْتَدَيْنَا، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلِّينَا۔

خوش آوازی اور عمدہ لحن و نغمہ کے ساتھ پڑھا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وقت ان کی خوش آوازی کے ساتھ نغمہ پڑھنے سے اچھا گزر گیا اور ان پر ایک رقت سی طاری ہو گئی اور ان کے اونٹ بھی مست ہو کر تیزی سے سفر طے کرنے لگے۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

”یہ کون ہے؟ جو اونٹوں کو چلاتا اور حدی گاتا ہے“  
صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عامر رضی اللہ عنہ بن الاکوع ہیں۔

فرمایا:

”یرحمہ اللہ“

ایک روایت میں ہے فرمایا:

”غفر لک ربک“

اس پر لشکر اسلام میں سے کسی نے عرض کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ (ﷺ)! ان کے لئے شہادت واجب ہوگئی اور یا رسول

اللہ (ﷺ)! کس لئے انہیں کچھ عرصہ اور رہنے نہ دیا جائے کہ ہم ان سے بہرہ مند ہوتے اور وہ ہمارے ساتھ کچھ عرصہ اور حیات رہتے؟“

چونکہ حضور اکرم ﷺ کا قاعدہ مبارک یہ تھا کہ جس کے لئے حضور ﷺ

ایسی دعا فرماتے وہ شرف شہادت سے مشرف ہو جاتا۔

مواہب لدنیہ میں مقید کر کے لکھا ہے کہ اس غزوہ اور جہاد میں حضور اکرم

ﷺ نے جس کے لئے بھی ایسی دعا فرمائی بالآخر وہ شہید ہو گیا۔

روضتہ الاحباب میں کسی سیر کی کتاب سے منقول ہے کہ جب عامر رضی اللہ عنہ

پڑھنے سے خاموش ہوئے تو حضور ﷺ نے عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”کیا

تم ہمارے لئے حدی نہیں کہو گے اور اونٹوں کی رفتار میں تیزی نہیں لاؤ گے؟“

اس پر انہوں نے بھی حدی پڑھی اور وہی اشعار پڑھے جو عامر رضی اللہ عنہ نے پڑھے

اور اخیر کا ایک شعر اس میں زیادہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”رَحْمَةُ اللّٰهُ“ چنانچہ

غزوہ موتہ میں انہوں نے بھی شہادت پائی سبحان اللہ۔ عجب دربار گہر بار ہے کہ اس

دربار کی خدمت کا اجر و ثواب، ایسی رحمت کا حصول ہے کہ جان دیں اور شہید ہو جائیں۔ درحقیقت لطف و رحمت یہی ہے کہ اس جہان کی تنگ دامانی سے چھٹکارا پائے

اتفاقاً بسر کوئے کسی افتادہ است

کہ درآں کوئے چمن کشتہ بے افتادہ است

اس مقام میں بجز جان قربان کرنے کے کوئی چارہ نہیں ہے۔

غیر والوں کو جب حضور اکرم ﷺ کی عزیمت کی اطلاع ملی تو انہوں نے کنانہ بن ابی الحقیق کو اپنے حلیف وہم سوگند غطفانیوں کے پاس بھیجا اور ان سے مدد مانگی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے غیر والوں کی بات کو درخور اعتناء نہ جانا، ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے چار ہزار جنگی، مرد نکلے پہلی منزل میں آسمان سے ایک آواز سنی کہ جن کو تم اپنے گھروں پر چھوڑ کے آتے ہو ان پر تباہی آگئی۔ اس پر وہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔ نیز مروی ہے کہ غطفانیوں نے اپنے عقب سے حس و حرکت کی آواز سنی اور انہوں نے گمان کیا کہ مسلمان تاخت و تاراج اور تباہ کرنے کے لئے آگئے ہیں۔ اس پر وہ واپس چلے گئے۔ یہ بھی حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے تھا۔ اس کے باوجود ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ دس ہزار سوار غیریوں کے لشکر میں تھے۔ وہ تمام ذلیل و خوار ہوئے۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب قلعہ غیر کے درمیان

تشریف لائے اور چشم مبارک ان بستیوں پر ڈالی تو دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَ مَا اَظْلَلْنَ وَ رَبِّ الْاَرْضَيْنِ السَّبْعِ وَ مَا اَقْلَلْنَ وَ رَبِّ الشَّيْطَانِ وَ مَا اَضَلَّنْ وَ رَبِّ الرِّيَّاحِ وَ مَا وَزَيْنِ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَ خَيْرَ مَا فِيهَا وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا شَرِّ مَا فِيهَا۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہ دعا پڑھی۔ اس دعا کا پڑھنا جس وقت کہ کسی شہر یا گاؤں کو دیکھے یا ان میں داخل ہو تو ماثور و منقول ہے اور فرمایا:

أَدْخُلُوا عَلٰی بَرَكَاتِ اللّٰهِ۔

اس کے بعد حضور ﷺ اس مقام پر پہنچے جسے ”منزلہ“ کہتے ہیں پھر حضور ﷺ نے اس منزل میں اقامت فرمائی۔ اور ایک جگہ نماز کے لئے متعین فرمائی۔ اس جگہ نماز تہجد ادا فرمائی اور فجر کی نماز بہت تڑکے پڑھی اور متوجہ ہو گئے چونکہ حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ علی الصبح آپ پیش قدمی فرماتے تھے۔

قادر مطلق نے اس رات خیبر والوں پر خواب غفلت مسلط کر دی گو وہ پہلے سے باخبر تھے کہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں مگر اس وقت حضور ﷺ کی آمد کی انہیں خبر نہ ہوئی۔ حالانکہ انہوں نے جب سے یہ سنا تھا کہ حضور ﷺ خیبر کی طرف آ رہے ہیں تو وہ ان بستیوں کی حفاظت کرتے اور ہر رات چند سوار دیکھ بھال کرتے اور جستجو میں رہتے۔ لیکن اس رات وہ سب غفلت کے مارے نوتے رہ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے مرغوں نے بھی بانگ نہ دی اور ان کے چوپائے حرکت و جنبش کرنے سے رکے رہے۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو بیدار ہوئے اور اپنے نیچے اور کدال لیکر نکلے کہ کھیتوں میں جائیں۔ اچانک لشکر اسلام دور سے ان کی نظر میں آیا سب نے بھاگنے کی راہ لی، اور کہنے لگے۔ واللہ محمد و آلہ خیرین خدا کی قسم یہ محمد اور خیمس ہیں یعنی لشکر کی پانچ ٹولیوں کے ساتھ آگئے ہیں۔ ”خیمس“ بہت بڑے لشکر کو کہتے ہیں جس کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا گیا ہو۔ یعنی

① مقدمہ

② میمنہ

۳ میسرہ (جن کو جناحین یعنی دو بازو بھی کہتے ہیں)

۴ قلب

۵ ساقہ

جب حضور ﷺ نے یہ حال مشاہدہ فرمایا تو تکبیر بلند فرمائی اور کہا:  
اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبْتُ خَيْبَرَ - إِنَّا أَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ

الْمُنْذِرِينَ -

صحیح بخاری میں ہے حضور ﷺ خیر کی طرف متوجہ ہوئے تو مسلمانوں  
نے بلند آواز سے تکبیر کہی اور کہا:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے لوگو! اپنے نفسوں پر رفق و نرمی کرو۔ تم کسی غائب کو نہیں پکار رہے

ہو جس کو پکار رہے ہو وہ تم سے نزدیک ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔“

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ میں

حضور ﷺ کی سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے سنا کہ میں:

”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“

پڑھ رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”اے عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ! میں

نے عرض کیا: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (ﷺ)! فرمایا:

”میں تمہیں ایسا کلمہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟“

میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! ضرور رہنمائی فرمائیے! فداک ابی

واحمی (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں)۔“

فرمایا وہ کلمہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ ہے۔

چونکہ ازل سے ارادہ الہی اسی پر تھا کہ یہ فضل خاص فتح خیبر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزید خصوصیت شامل ہو چونکہ قلعہ قنوص خیبر کے تمام قلعوں سے زیادہ سخت اور مستحکم تھا اس لئے اس کو آپ ﷺ کے ہاتھ پر فتح کرایا اور اسے خیبر کے تمام قلعوں اور ان کے شہروں کا مقدمہ اور اساس بنایا۔ اگرچہ ان میں سے کچھ قلعے مثلاً نطاۃ اور صعب وغیرہ اس سے پہلے فتح ہو چکے تھے لیکن اتمام فتح خیبر اور اکمال جناب مرتضوی سے منسوب ہے۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا عَظِيمَ الرَّأْيَةِ غَدَا رَحُلٌ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ -

کل میں اس شخص کو علم دوں گا یا یہ فرمایا کہ:

”کل وہ شخص جھنڈالے گا جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند فرماتا ہے اور

اللہ اس پر فتح فرمائے گا۔“

ایک روایت میں آیا ہے کہ:

”یعنی وہ مرد بار بار پلٹ پلٹ کر دشمن پر حملہ کرے گا اور پیچھے نہ ہٹے گا۔“

روضتہ الاحباب میں ان کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ شخص بڑھ بڑھ کر حملہ

کرنے والا ہے پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے جب حضور اکرم ﷺ نے یہ خبر بشارت اور

یہ مژدہ سعادت ثمر دیا تو تمام صحابہ راہ میں دیدہ امید اور چشم انتظار لئے قبول

درگاہ پر بیٹھ گئے تاکہ یہ دولت نصیب میں آئے اور اس فضیلت کے ساتھ مخصوص

ہوں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی چشم

بیں کے سامنے گیا اور سلام عرض کر کے دوزانو ہو کے بیٹھ گیا اور پھر اس امید

ساتھ اٹھا کہ میں اس فضیلت کا مستحق ہوں۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بجز اس



کے امارت کو کبھی پسند نہیں کیا اور نہ کبھی خواہش کی۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش کی جماعت ایک دوسرے سے کہتی تھی یہ تو طے سمجھو کہ علی ابن ابی طالب تو اس مراد سے فائز نہ ہوں گے کیوں کہ ان کی آنکھ اس شدت سے درد کرتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں تک نہیں دیکھ سکتے ہیں۔

منقول ہے کہ جب امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ایسی بشارت کو فرماتے سنا تو ان کی خواہش میں لگن پیدا ہوئی اور دل چشم توکل میں اور امید بر فضل خدا رکھ کر دعا مانگی:

اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

”اے خدا جب تو دینا چاہے تو کوئی روکنے والا نہیں اور جب تو باز رکھے

تو کوئی دینے والا نہیں۔“

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ درد چشم کی بنا پر خیبر کے سفر سے تخلف کر کے مدینہ طیبہ میں ہی رہ گئے تھے انہیں سخت ترین آثوب چشم تھا اور وہ اپنے سے کہا کرتے میں نے رسول اللہ ﷺ سے جدا ہو کر مشغلہ جہاد سے دور رہ کر اچھا نہیں کیا ہے سفر کی تیاری کر کے مدینہ طیبہ سے چل دیے۔ اثناء راہ میں یا خیبر پہنچنے کے بعد حضور ﷺ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی، جب دن ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے ہر طرف سے عرض کیا وہ یہیں ہیں لیکن ان کی آنکھ اتنی درد کرتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں تک کو نہیں دیکھ سکتے” فرمایا ”ان کو میرے پاس لاؤ سلمہ بن الاکوع گئے اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر حضور ﷺ کے سامنے لائے اس کے بعد حضور ﷺ نے ان کے سر کو اپنی مبارک دان پر رکھا اور اپنا لعاب دہن مبارک ان کی چشم مبارک میں لگایا اور دعا مانگی اسی وقت ان کی آنکھ سے درد جاتا رہا۔ اور انہیں شفا کے کامل حاصل ہو گئی اس

کے بعد انہیں کبھی درد چشم اور درد سر لاحق نہ ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا بھی پڑھی:

اللَّهُمَّ اذْهَبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْقَرًّا۔

اے خدا ان سے گرمی و سردی دونوں کو دور رکھ۔ چونکہ اکثر ابن آدم کا اسی سے سابقہ پڑتا ہے۔ خصوصاً جنگ کے معرکوں میں اور ان دنوں خیبر کی ہوا بہت گرم تھی مگر حضور ﷺ نے دعا میں سردی سے دور رہنے کو بھی شامل فرما دیا۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سخت گرمی میں روئی کا لباس پہنتے اور سخت سردی میں باریک کپڑے کا لباس پہنتے تو انہیں کوئی نقصان و ضرر نہ پہنچتا تھا۔ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بیماری سے نجات پالی تو حضور ﷺ نے اپنی خاص زرہ انہیں پہنائی اور ذوالفقار ان کی میان میں باندھی، فرمایا جاؤ التفات نہ کرنا جب تک کہ حق تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر قلعہ فتح نہ فرمادے عرض کیا:

”یا رسول اللہ! کہاں تک میں ان سے قتال کروں؟“

حضور ﷺ نے فرمایا:

”اس وقت تک قتال کرو جب تک وہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی گواہی نہ دیں جب وہ اس کی گواہی دیں گے تو وہ اپنے خونوں اور مالوں کو بچالیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب خدا پر ہے۔“

ایک روایت میں یہ ہے کہ جب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم لے کر راہ میں آئے تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا میں اس وقت تک ان سے جنگ کرتا رہوں گا۔ جب تک کہ وہ ہماری مانند نہ ہو جائیں یعنی مسلمان نہ ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

عجلت نہ کرو اور جاؤ جب میدان کارزار میں پہنچو تو پہلے ان کو دعوت

اسلام پیش کرو اور حق تعالیٰ کے وہ حقوق جو اس نے اپنے بندوں پر واجب کئے ہیں۔ یاد دلاؤ خدا کی قسم اگر تمہارے سبب سے حق تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم ہزار سرخ اونٹ خدا کی راہ میں صدقہ کرو مطلب یہ ہے کہ ہدایت کرنا موجب ثواب آخرت ہے اور اس دنیاوی متاع سے افضل و بہتر ہے جو راہ خدا میں خرچ کیا جائے راہ حق بتانا افضل ترین اعمال ہے۔ اور صدقہ کرنا ایسی عبادت ہے جو اس کی مانند مقدس یعنی فدیہ و کفارہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں واقع ہوا ہے کہ ذکر کرنا، سونے چاندی کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ علم لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ عموص کے نیچے آگئے۔ انہوں نے علم کو سنگریزوں کے ایک ٹیلے پر جو قریب تھا نصب کیا۔ احبار یہود میں سے ایک نے جو قلعہ کے اوپر کھڑا تھا پوچھا کہ ”اے صاحب علم تم کون ہو؟ اور تمہارا نام کیا ہے؟“ فرمایا ”میں علی ابن ابی طالب ہوں“ اس کے بعد اس یہودی نے اپنی قوم سے کہا ”قسم ہے تورات کی! تم اس شخص سے مغلوب ہو گے۔ یہ فتح کئے بغیر نہ لوٹے گا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفات اور ان کی شجاعت کو جانتا تھا کیوں کہ تورات میں اس نے آپ رضی اللہ عنہ کا وصف پڑھا تھا اور حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے اوصاف سابقہ کتابوں میں لکھے ہوئے تھے چنانچہ سب سے پہلے جو قلعہ سے باہر نکلا وہ حارث یہودی تھا جو مرحب کا بھائی تھا اور اس کا نیزہ تین من کا تھا۔ اس نے نکلتے ہی جنگ شروع کر دی اور اس نے کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ اس کے سر پر پہنچ گئے اور ایک ہی وار سے اسے دوزخ میں پہنچا دیا۔ مرحب کو جب بھائی کے مارے جانے کی خبر ملی تو وہ خیبر کے بہادروں کی جماعت کے ساتھ اسلحہ

سے لیں ہو کر انتقام لینے کے لئے باہر نکلا کہتے ہیں کہ مرحب غیبر والوں میں بڑا بہادر، بلند قد و قامت والا بڑا جنگجو شخص تھا اور غیبر کے بہادروں اور شجاعوں میں اس کی برابری کا کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔ اس روز وہ دوزرہ پہن کر، دو تلواریں حمائل کر کے دو عمائے باندھ کر اور اس کے اوپر خود رکھ کر یہ رجز کہتا ہوا معرکہ کارزار میں آیا۔

قَدْ عَلِمْتُ خَيْبَرُ اِنِّي مَرْحَبُ  
شَاكِي السَّلَاحِ بَطْلُ ، مُحَرَّبُ

کسی مسلمان کو ہمت نہ ہوئی کہ اس کے مقابل آتا اور میدان قتال میں اترتا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔  
ترجمہ: ”میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔ ضرغام ہوں اجام ہوں اور حملہ آور لیث ہوں۔“

ضرغام اجام اور لیث تینوں شیر کے مترادف المعنی الفاظ ہیں۔ معرکہ کارزار میں رجز پڑھنا عرب کے شجاعوں بہادروں کی عادت ہے اور اس مقام میں اپنی تعریف کرنا جائز ہے تا کہ مخالف کے دل میں رعب و ہیبت بیٹھے اور شوکت و دبدبہ ظاہر ہو۔ مرحب نے پیش دستی کر کے چاہا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سر پر تیغ کا وار کرے مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سبقت کر کے اچھل کر ضرب ذوالفقار اس ملعون غدار کے سر پر ایسی رسید کی کہ خود کو کاٹتی زنجیروں کو چاٹتی حلق تک آگئی۔ ایک روایت میں ہے اس کی رانوں تک پہنچی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے زین کے قابو تک پہنچی اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اس کے بعد اہل اسلام بامداد حضرت امیر میدان میں اتر آئے۔ اور یہودیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور یہود کے شجاعوں میں سے سات کو جہنم رسید کر دیا ان کے باقی

ساتھی ہزیمت اٹھا کر قلعہ میں داخل ہونے لگے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان کے تعاقب میں بڑھتے گئے اسی حالت میں ایک یہودی نے آپ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر ایک وار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی ڈھال زمین پر گر پڑی دوسرا یہودی اس ڈھال کو اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو جوش آیا اس حالت میں قوت ربانی کی طرف سے ایسی روحانی قوت وارد ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ خندق کو پھاند کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے اور قلعہ کے آہنی دروازہ کا ایک پٹ اکھاڑ ڈالا اور اس کی ڈھال بنا کر جنگ میں مشغول ہو گئے۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد دو ”وجب“ کے فاصلہ پر آپ رضی اللہ عنہ نے اس دروازہ کو پس پشت دور پھینکا۔ اور کہتے ہیں کہ بعد میں سات قوی و تو مند آدمیوں نے مل کر اس در کو ایک پہلو سے دوسرے پہلو اور پلٹنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ اور چالیس آدمیوں نے مل کر چاہا کہ اسے اٹھالیں مگر عاجز رہ گئے روضۃ الاحباب، معارج النبوة اور سیر کی دیگر کتابوں میں ایسا ہی منقول ہے معارج النبوة میں منقول ہے کہ اس در کا وزن آٹھ سو من تھا۔

مواہب لدنیہ میں مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جس باب خیر کو اکھاڑا تھا اسے ستر آدمی انتہائی مشقت اور کوشش کے باوجود ہلاتک نہ سکے ابن اسحاق کی روایت میں سات آدمی مذکور ہیں اور جاکم بیہقی نے لیث بن ابی سلیم سے وہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے وہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جس در خیر کو اکھاڑ کر اٹھالیا تھا اس کے بعد جب اس پر تجربہ کیا گیا تو اسے چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے اور کہا کہ لیث روایت میں ضعیف ہے بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب قلعہ پر پہنچے تو آپ

نے ایک دروازہ اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا اس کے بعد جب ہم سے لوگوں نے چاہا کہ اسے اٹھا کر اپنی جگہ نصب کر دیں تو اسے چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے اور کہا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ تمام روایتیں واہی اور لغوی ہیں اور بعض علماء نے ان روایتوں کو منکر قرار دیا ہے۔ (انتہی کلام المواہب)

صحیح بخاری میں فتح امیر المومنین کی حدیث مذکور ہے اس میں باب خیبر اکھاڑنے کا ذکر نہیں ہے لیکن مشہور ہے اور کتب احادیث میں مذکور و مسطور ہے۔ جب قموصل کے قلعہ والوں نے اور خیبر کے تمام قلعے والوں نے حضرت امیر کی اس قوت و قدرت کا مشاہدہ کیا تو وہ سب فریاد کرنے لگے ”الامان الامان“ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے اشارہ سے ان کو اس شرط پر امان دی کہ ہر آدمی اونٹ پر کھانا لاد کر ان شہروں سے نکل جائے اور نقد اور تمام ساز و سامان اور اسلحہ مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیں کسی چیز کو چھپا کر نہ رکھیں اور اگر کوئی ایسا مال برآمد ہو جسے بتایا نہیں گیا ہے تو امان بھی ان کے عہد و پیمان کی مانند مسلوب و ختم ہو جائے گی۔

حضور اکرم ﷺ کے حضور میں جب فتح کی خبر پہنچی تو اس نعمت کا شکر ادا فرمایا کیوں کہ یہ سبب ظہور عبرت اسلام تھا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سفار کی مہم کو طے کرنے کے بعد بارگاہ رسالت ﷺ میں آنے لگے تو حضور انور ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے خیمہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور ان کو آغوش میں لے لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا:

بَلَّغْنِي تَنَاءَكَ الْمَشْكُورُ وَضِيْعَكَ الْمَذْكُورُ قَدْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ  
وَرَضِيْتُ أَنَا عَنْكَ۔

مجھے تمہاری مشکورانہ تعریفیں پہنچیں اور تمہاری بہادریاں بیان ہوئیں۔

بیشک اللہ ان سے راضی ہوا اور میں تم سے راضی ہوا“ اس کے بعد حضرت امیر رونے لگے حضور ﷺ نے فرمایا ”یہ رونا خوشی کا ہے یا غم کا“ علی رضی نے عرض کیا ”نہیں یہ گر یہ خوشی کا ہے میں کیوں نہ اس پر خوش ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہیں“ حضور ﷺ نے فرمایا ”میں ہی تنہا تم سے راضی نہیں بلکہ خدا، جبریل میکائیل اور تمام فرشتے تم سے راضی ہیں۔“

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ قلعہ قموص سے جس کا حاکم کنانہ بن ابی الحقیق تھا سوز رہیں، چار سو تلواریں ہزار نیزے اور پانچ سو کمانیں حاصل ہوئیں اور بے شمار ساز و سامان بکثرت ہاتھ آیا اور سب کو جمع کیا گیا۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ کنانہ بن ابی الحقیق کو جو خیبر کے رئیسوں میں سے تھا حضور ﷺ کے سامنے لائے اس نے پہلے تو بکری کے بچہ کی کھال میں سونا، زیور، موتیوں کے ہار اور جواہرات بھرا جب اس کی ثروت زیادہ ہو گئی تو گوسفند کی کھال میں بھر لیا پھر جب اور زیادہ ہوئی تو اس کو گائے کی کھال میں بھرا۔ پھر جب اس میں بھی نہ سما سکا تو اونٹ کی کھال میں بھر لیا جب مکہ والوں کو شادی وغیرہ میں پریشانی اور ضرورت ہوتی تو گروی رکھ کے اس سے زیور و جواہرات جس قدر ضرورت ہوتی عاریتہ لے لیتے حضور ﷺ نے کنانہ سے دریافت کیا ”ابی الحقیق کا خزانہ کہا ہے“ اس نے کہا ”اے ابو القاسم اس کو تو جنگی سامان کی فراہمی اور دیگر ضرورتوں میں ہم خرچ کر چکے اب اس میں سے کچھ باقی نہیں ہے اور قسم کھالی“ حضور ﷺ نے تہدید فرمائی اگر اس کے بعد اس کے خلاف ظاہر ہوا تو تمہارا خون مباح ہو گا اور امان سے نکل جاؤ گے؟ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو اور یہود کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بنا لیا حالانکہ جس زمانہ میں قلعہ نطاہ فتح ہوا تھا اس مال کو اس نے ایک ویرانہ میں مدفون کر

دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کی خبر دیدی۔ پھر حضور ﷺ نے کنانہ کو طلب فرمایا اور فرمایا آسمانی خبر کے حکم سے تو جھوٹا نکل آیا ہے اس کے بعد سید رسول ﷺ نے حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ اس ویرانہ میں بھیجا یہاں تک کہ کھود کر اس مال کو وہاں سے نکال لائے جب یہودیوں کی غداری ظاہر ہو گئی تو اس شرط و عہد کی رو سے جو انہوں نے کیا تھا ان سے امان اٹھ گئی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دیا تا کہ وہ اسے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے عوض قتل کر دیں حضور ﷺ نے امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جنگ قموص کی جانب بھیجتے وقت محمد بن مسلمہ سے فرمایا تھا کہ تمہیں بشارت ہو کہ کل تم اپنے بھائی کے قاتل کو قتل کرو گے بالآخر خیبر کے یہودیوں پر احسان کیا اور ان کے خون سے درگزر فرمایا۔ ان کی عورتوں کو قید کیا اور ان کے اموال کو غنیمت بنایا۔ اور حکم دیا کہ تمام غنیمتوں کو ساز و سامان، کھانے وغیرہ کی اشیاء اسلحہ اور تمام مویشیوں کو قلعہ نطاہ میں جمع کریں اور منادی کرائی کہ اگر ایک رسی یا سوئی بھی چھپاؤ گے تو غنیمت میں خیانت متصور ہوگی جو موجب عار و عیب اور آتش دوزخ ہے اہل سیر کہتے ہیں کہ ایک حبشی غلام تھا جس کے سپرد حضور ﷺ کا سفری ساز و سامان تھا۔ اور ”کرکہ“ اس کا نام تھا انہیں دنوں وہ مر گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ جہنم میں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جستجو کی تو اس کے سامان میں سے ایک ریشمی چادر ملی جسے اس نے تقسیم غنیمت سے پہلے قبضہ میں لے لیا تھا نیز مروی ہے کہ خیبر کے دن ایک شخص مر گیا صحابہ نے حضور ﷺ سے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے عرض کیا فرمایا اپنے ساتھی کی نماز تم پڑھ لو میں نہیں پڑھوں گا۔ اس پر لوگوں کے چہرے فق ہو گئے فرمایا ”تمہارے اس ساتھی نے غنیمت میں خیانت کی ہے“ اس کے بعد اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو یہود کے مہروں میں سے چند



مہرے نکلے جن کی قیمت دو درہم سے زیادہ نہ تھی۔ نیز بخاری و مسلم کی حدیث میں مروی ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں ایک غلام کو بھیجا جس کا نام مدعم تھا اس اثنا میں کہ وہ اپنا بوجھ اتار رہا تھا ایک تیرا سے آ کر لگا جس کا پھینکنے والا معلوم نہ ہوا پھر وہ اسی زخم سے مر گیا لوگوں نے کہا یہ مستحق جنت ہو گیا کیوں کہ اس نے حضور ﷺ کی خدمت گزاری میں شہادت پائی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ”ہرگز نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس نے روزِ خیبر تقسیمِ غنیمت سے پہلے ایک چادر لے لی ہے۔ اب اس پر آتش دوزخ لپیٹ مار رہی ہے“ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک شخص ڈول کی ایک رسی اور دوسرا شخص ڈول کی دو رسیاں لایا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایک رسی یا دو رسی آگ کی ہے۔ اس باب میں و عمیدیں بہت کثرت سے ہیں لیکن فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ کھانے پینے اور پھل کی قسم میں سے اگر کھالے تو جائز ہے۔ اور اگر گائے یا اونٹ ذبح کر کے کھالے تب بھی جائز ہے۔

جب تمام مال غنیمت جمع ہو گیا تو پانچواں حصہ نکال کر پیادہ کو ایک حصہ اور گھوڑے کو دو حصہ کے اعتبار سے تقسیم فرمایا گیا پھر وہ شخص جو گھوڑا رکھتا تھا اسے تین حصے ملے۔ اسی طرح نافع نے اس حدیث کی تفسیر کی ہے۔

## غزوة موتہ (جمادی الاول ۸ ہجری)

جمادی الاولیٰ میں غزوة موتہ وقوع میں آیا۔ حقیقت میں یہ سریہ تھا۔ مگر لشکر کی کثرت کے سبب سے اسے غزوہ سے تعبیر کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے حارث بن عمیر ازدی کے ہاتھ امیر بصری یا قیصر روم کے نام اپنا نامہ مبارک بھیجا۔ جب قاصد موتہ میں پہنچا تو شرجیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کی طرف سے شام میں ایک گورز تھا۔ اس کو شہید کر دیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو یہ خبر پہنچی۔ تو آپ ﷺ نہایت غمگین ہوئے اور تین ہزار فوج بسر کر دگی زید بن حارث (جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے) بھیجی۔ اور حکم دیا کہ اگر زید شہید ہو جائیں۔ تو جعفر بن ابی طالب اور وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ فوج کے سردار ہوں۔ اور ارشاد ہوا کہ اس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر شہید ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی ہدایت کر دی گئی کہ پہلے ان کو دعوت اسلام دینا۔ اگر وہ قبول کر لیں تو جنگ کی ضرورت نہیں۔ خود جناب رسالت مآب ﷺ نے غنیمتہ الوداع تک فوج کی مشایعت فرمائی۔ شرجیل کو خبر پہنچی تو اس نے ایک لاکھ فوج تیار کی۔ ادھر قیصر روم عرب کی ایک لاکھ فوج لے کر زمین (۱۶۸) بلقاء میں خیمہ زن ہوا۔ جب لشکر اسلام شہر معان میں پہنچا۔ تو ان کو دشمن کی تعداد کثیر کی اطلاع ملی۔ انہوں نے چاہا کہ دربار رسالت کو حالات کی اطلاع

دی جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فتح و شہادت میں سے ایک ہمیں ضرور حاصل ہو جائے گی اس لیے آگے بڑھے۔ جب بلقاء کی حد پر پہنچے۔ تو مشارف میں قیصر کا لشکر نظر آیا۔ مسلمان بیچ کر موت کی طرف چلے گئے۔ اور یہاں جنگ ہوئی حضرات زید و جعفر و عبداللہ بن رواحہ یکے بعد دیگرے بڑی بہادری سے پیدل ہو کر لڑے اور شہید ہوئے آنحضرت ﷺ مدینہ میں ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور بیان فرما رہے تھے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پہلے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر حملہ کیا۔ ان کا دایاں بازو کٹ گیا۔ تو علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ بائیں بھی کٹ گیا تو بغل میں لے لیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے ان کی لاش دیکھی تو اس پر نوے سے کچھ اوپر زخم تلواروں اور برچھیوں کے تھے۔ اور سب کے سب سامنے کی طرف تھے۔ پشت پر ایک بھی نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو شہادت کے بعد بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ بشکل فرشتہ دو خون آلود بازوؤں کے ساتھ دیکھا۔ اسی واسطے ان کو جعفر طیار یا جعفر ذوالجناحین کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بعد بالاتفاق حضرت خالد بن ولید امیر لشکر ہوئے۔ وہ بھی نہایت شجاعت سے لڑے۔ خود ان کا بیان ہے کہ اس دن نو تلواریں میرے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑیں لشکر کفار میں تزلزل پڑ گیا۔ آخر کار لشکر کفار پسا ہو گیا۔ اسے مسلمانوں کی فتح کہنا چاہیے۔ کہ دو لاکھ کے مقابلہ میں صرف بارہ شہید ہوئے۔ باقی سب صحیح و سالم مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

## فتح مکہ (رجب المرجب ۸ ہجری)

ماہ رمضان میں فتح مکہ وقوع میں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قریش نے معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا اس کا سبب اس طرح سے ہے کہ جب بنو بکر و قریش نے وہ عہد توڑ دیا جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا۔ تو عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر مدینہ پہنچا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔ عمرو مذکور حاضر خدمت ہو کر یوں گویا ہوا:-

اے خدا میں محمد ﷺ کو یاد دلاتا ہوں۔ وہ پرانا معاہدہ جو ہمارے باپ اور اس کے باپ (عبدالطلب) کے درمیان ہوا تھا۔ یا رسول اللہ ﷺ! ہماری پوری مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلائیے جو ہماری مدد کو آئیں۔ قریش نے آپ ﷺ سے وعدہ کے خلاف کیا۔ اور آپ ﷺ کا محکم معاہدہ توڑ ڈالا۔ انہوں نے ویتیر میں ہم پر بحالت خواب حملہ کیا۔ اور ہمیں رکوع و سجدے کی حالت میں قتل کر ڈالا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمرو! تجھے مدد مل جائے گی۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں قریش سے دریافت کرتا ہوں۔ پس آپ ﷺ نے حضرت ضمیرہ کو بھیجا۔ اور یہ تین شرطیں پیش کیں کہ قریش ان

میں سے ایک اختیار کر لیں:-

① خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دیں۔

② بنو ثقیف کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔

③ اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرظہ بن عمرو نے کہا کہ ہمیں صرف تیسری شرط منظور ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مکہ پر حملہ کی پوشیدہ تیاری شروع کر دی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ حمی نے جو بنو اسد بن عبد العزی کے حلیف تھے بنو ہاشم کی کینز سارہ کے ہاتھ قریش کو ایک خط لکھ بھیجا۔ جس میں اس جنگی تیاریوں کا حال درج تھا۔ سارہ نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپا لیا اور روانہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس معاملہ کی خبر دے دی۔ آپ ﷺ نے علی و زبیر و مقداد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ روضہ خاخ میں تم کو ایک ساڈنی سوار عورت ملے گی۔ ان کے پاس قریش مکہ کے نام ایک خط ہے۔ وہ لے آؤ۔ وہ سوار ہو کر چل پڑے اور سارہ سے روضہ خاخ میں جا ملے۔ اس کو نیچے اتار لیا۔ اور کہا کہ تیرے پاس ایک خط ہے اس نے انکار کیا۔ اس کے کجاوے کی تلاشی لی گئی مگر کچھ برآمد نہ ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ نہیں فرمایا۔ تو خط نکال۔ ورنہ ہم تیرے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔ یہ سن کر اس نے اپنے سر کے بالوں سے وہ خط نکال کر حوالہ کیا۔ جب یہ خط آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت حاطب کو طلب فرمایا اور پوچھا: ”حاطب! تو نے یہ کیا حرکت کی؟“ حاطب نے یوں عرض کیا:

”یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے بارے میں جلدی نہ کیجئے۔ میں دین

سے نہیں پھرا۔ میرے بال بچے مکہ میں قریش کے درمیان ہیں۔ آپ ﷺ کے

ساتھ جو مہاجرین ہیں قریش میں ان کے رشتے ہیں۔ جن کے سبب سے وہ ان کے بال بچوں کی حفاظت کریں گے۔ مگر میرا قریش میں کوئی رشتہ نہیں۔ اپنے اہل و عیال کے بچاؤ کے لیے میں نے یہ حیلہ کیا کہ قریش پر یہ احسان کروں۔ تاکہ اس کے صلہ میں وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کر دیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بے تاب ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کا سراڑ اڈا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حاطب اصحاب بدر میں سے ہے۔ عمر! تجھے کیا معلوم ہے بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہے۔ غرض باوجود ایسے سنگین جرم کے آپ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا۔

آنحضرت ﷺ ہجرت ۱۰ ماہ رمضان ۸ھ دس ہزار آراستہ فوج لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت عباس جو اب تک مکہ میں مقیم تھے اپنے اہل و عیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ کو آ رہے تھے۔ وہ مقام جحفہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حسب ارشاد نبوی ﷺ انہوں نے اہل و عیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ قدید میں قبائل کو جھنڈے دیئے گئے۔ اخیر پڑاؤ مرالظہران تھا۔ جہاں سے مکہ ایک منزل یا اس سے بھی کم تھا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی۔ قریش کو لشکر اسلام کی روانگی کی افواہ پہنچ چکی تھی۔ مزید تحقیق کے لیے انہوں نے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو بھیجا۔ اس شخص میں ان کا گزر مرالظہران پر ہوا۔ ابوسفیان بولا یہ اس قدر جا بجا آگ کیسی ہے؟ یہ تو شب عرفہ کی آگ کی مانند ہے۔ بدیل خزاعی نے کہا: یہ خزاعہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: خزاعہ گنتی میں اتنے نہیں کہ ان کی اس قدر آگ ہو۔ خیمہ نبوی ﷺ کی حفاظت پر جو دستہ

متعین تھا انہوں نے ابوسفیان وغیرہ کو دیکھ لیا۔ اور پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ ابوسفیان لے ایمان لائے جب رسول اللہ ﷺ یہاں سے مکہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو۔ تاکہ افواج الہی کا نظارہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ قبائل عرب کی فوجیں ابوسفیان کے سامنے سے ہو کر گزرنے لگیں۔ پہلے غفار پھر جہینہ، سعد بن ہذیل، سلیم، نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے گزرے ان کے بعد ایک فوج آئی جس کی مثل دیکھنے میں نہیں آئی۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں۔ سردار انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ علم ہاتھ میں لیے ہوتے برابر سے گزرے تو ابوسفیان سے کہا:۔

آج گھمسان کے معرکہ کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔

بعد ازاں وہ مبارک دستہ آیا جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب (مہاجرین) تھے۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ علم بردار تھے۔ حضور ﷺ برابر سے گزرے تو ابوسفیان نے کہا: ”حضور ﷺ آپ نے سنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کیا کہتے گزرے ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا سعد نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عرت کی جائے گی اور غلاف چڑھایا جائے گا پھر حکم دیا کہ علم سعد سے لے کر ان کے صاحب زادے قیس کو دے دیا جائے۔

آنحضرت ﷺ مکہ میں حصہ بالائی کی طرف سے داخل ہوئے۔ اعلان کر دیا گیا۔ کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا۔ یا مسجد میں داخل ہو گا۔ یا دروازے بند کر لے گا۔ اس کو امن دیا جائے گا۔ حصہ بالائی میں (خیف بنی کنانہ یعنی خصب میں) رسول اللہ ﷺ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حسب الارشاد محصب کی حد یعنی جحون کی پہاڑی پر علم کھڑا کر

دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ قبائل عرب کے ساتھ پائین شہر کی طرف سے داخل ہوں اور صفا میں ہم سے آملیں اور کسی سے جنگ نہ کریں۔ مگر صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو قریش کی ایک جماعت ساتھ لے کر جندہ میں سدراہ ہوئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج پر تیر برسانے لگے۔ چنانچہ حضرت جمیش بن اشعر اور کرز بن جابر فہری نے شہادت پائی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجبور ہر کر ان پر حملہ کیا۔ وہ تیرہ یا زیادہ لاشیں چھوڑ کر گھروں کو بھاگ گئے اور بعض پہاڑی پر چڑھ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے جو تاروں کی چمک دیکھی۔ تو پوچھا کہ یہ جنگ کیسی ہے؟ عرض کیا گیا کہ شاید مشرکین نے پیش دستی کی ہے۔ جس کی وجہ سے خالد رضی اللہ عنہ کو لڑنا پڑا۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے خالد سے باز پرس کی۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ ابتداء مشرکین کی طرف سے تھی۔ فرمایا: ”قضائے الہی بہتر ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے خیمہ میں ذرا آرام فرمایا۔ پھر غسل کیا اور ہتھیاروں سے سبج کر ناقہ قصواء پر سوار ہوئے اور اپنے غلام کے لڑکے اسامہ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا آپ ﷺ کے دائیں بائیں آگے پیچھے مہاجرین و انصار تھے جو اس کی طرح سراپا آہن پوش تھے کہ بجز سیاہی چشم ان کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر آنحضرت ﷺ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر اپنی ناقہ پر طواف کیا۔ بیت اللہ کے گرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت تھے۔ جن کے سبب سے وہ خانہ خدا بت خانہ بنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اس سے آپ ﷺ ایک ایک بت کو ٹھوکر دیتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے:-

”سبج آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے والا ہے۔ سبج آگیا اور



باطل نہ پہلی بار پیدا کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔“

اور وہ منہ کے بل گرتے جاتے تھے۔ جب اس طرح بیت اللہ شریف بتوں سے پاک ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے کنجی لے کر دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم واسمعیل علیہما السلام کے مجسمے نظر پڑے۔ جن کے ہاتھوں میں جواہ کھیلنے کے تیر دیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”خدا ان کو غارت کرے۔ اللہ کی قسم ان دونوں نے کبھی تیروں سے جواہ نہیں کھیلا۔“

کعبہ کے اندر ہی لکڑیوں کی ایک بھوتری بنی ہوئی تھی جسے آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے توڑ ڈالا اور تصویریں جو تھیں وہ مٹا دی گئیں۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور حضرت اسامہ و بلال و عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ اندر رہے آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور ہر طرف تکبیر کہی پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ مسجد حرام قریش کی صفوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے دروازے کے بازوؤں کو پکڑ کر یہ خطبہ پڑھا:-

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کی تمام جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی۔ آگاہ ہو جاؤ جو خصلت و عادت خواہ جانی ہو یا مالی ہو جس کا دعویٰ کیا جاسکے وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ سب لغو اور باطل ہیں مگر بیت اللہ کی نگہبانی اور حاجیوں کو زم زم کا پانی پلانا یہ خصلتیں حسب دستور برقرار رہیں گی۔ آگاہ ہو جاؤ جو شخص خطا قتل کیا جائے، کوڑے سے یا لاٹھی سے اس کی دیت (خون بہا) مغالطہ ہے سو اونٹ ہوں گے جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔ اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت اور غرور اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو باطل کر دیا۔ سب

لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو شاخوں اور خاندانوں پر تقسیم کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو اور حقیقت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ خدا ترس ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔“

خطبہ کے بعد آپ ﷺ قریش کی طرف متوجہ ہوئے جن سے مسجد بھری ہوئی تھی۔ اعلان دعوت سے اب تک سارے سترہ سال میں قریش نے آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے اصحاب سے جو جو سلوک کیے تھے وہ سب ان کے پیش نظر تھے۔ اور خوف زدہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ آنحضرت ﷺ اب اس شہر میں ہیں جہاں سے نکلے تھے تو اندھیری رات اور فقط صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ آج آپ ﷺ داخل ہوتے ہیں تو دس ہزار جاں نثار ساتھ ہیں اور بدلہ لینے پر پوری قدرت حاصل ہے۔ بایں ہمہ آپ ﷺ نے یوں خطاب فرمایا:

”اے گروہ قریش! تم اپنے گمان میں مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟“ وہ بولے: نیکی کی توقع رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ رحمۃ للعالمین نے فرمایا:۔

”آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ جاؤ تم آزاد ہو۔“

اعلان عفو کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں بیٹھ گئے بیت اللہ شریف کی کنجی آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک نے عرض کیا کہ کنجی ہمیں عنایت ہو۔ مگر آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو عطا فرمائی۔

اس روز آنحضرت ﷺ دیر تک مسجد میں رونق افروز رہے نماز کا وقت آیا۔ تو آپ ﷺ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔ ابو سفیان بن حرب اور عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اذان کی آواز سن کر عتاب بولا کہ خدا نے اسید کو یہ عزت بخشی کہ اس نے یہ آواز نہ سنی ورنہ اسے رنج پہنچتا۔ حارث بولا۔ خدا کی قسم اگر یہ حق ہوتا تو میں اس کی پیروی کرتا۔ حضرت ابو سفیان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہتا۔ اگر کہوں تو یہ کنکریاں ان کو میرے قول کی خبر دیں گی۔ جب آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے پاس ہو کر نکلے۔ تو فرمایا۔ کہ تمہاری باتیں مجھے معلوم ہو گئیں تم نے ایسا ایسا کہا ہے۔ حارث و عتاب یہ سنتے ہی کہنے لگے:

”ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ ان باتوں کی اطلاع کسی

اور کو نہ تھی ورنہ ہم کہہ دیتے کہ اس نے آپ کو بتا دیں۔“

مسجد سے آپ ﷺ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ وہاں مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مردوں میں حضرت معاویہ اور مستورات میں ان کی والدہ ہند بھی تھی جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبا گئی تھی۔

## غزوة تبوک (رجب المرجب ۹ ہجری)

تبوک ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان مدینہ منورہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے اور قاموس میں ہے کہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک خطہ ارضی کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک چشمہ کا نام ہے جو اس جگہ واقع ہے چونکہ اس سفر میں لشکر کی آخر مسافت اس چشمہ تک ہوئی تھی اس بنا پر اس کو اس نام سے موسوم و منسوب کیا گیا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں اس قصہ کے دوران مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

”آخری حدوہ ہے جب تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو۔“

بوک کے لغوی معنی ”لکڑی وغیرہ سے اتنی گھسری زمین کھودنا کہ پانی نمودار ہو جائے“ کے ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اس چشمہ پر پہنچ کر اپنے پیالوں کو اس میں ڈال کر پانی کو بلاتے ہیں تاکہ پانی نکل آئے اور فرمایا:

”تم اترو گے اور پانی کو بلا کر چشمہ سے نکالو گے اسی بنا پر اس غزوة کا

نام تبوک رکھا گیا۔“

صحاح میں اسی طرح مذکور ہے۔

اس غزوے کو غزوہٴ خاضحہ بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں مسافقوں کی فضیحت و رسوائی بہت زیادہ ہوئی تھی۔ غزوہٴ عسرت اور جیش عسرت بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں لشکر والوں کو مشقت بھوک و پیاس محسوس ہوئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ مسافت طویل تھی اور ہوا بہت گرم، دشمن کا لشکر قوی تھا اور قحط سالی تھی۔ لشکر بہت زیادہ تھا اور زادِ راہ اور سامان بہت کم تھا لشکر اسلام کی عسرت و تنگی کا یہ عالم تھا کہ فقرا صحابہ میں سے اٹھارہ اصحاب کے لئے ایک اونٹ سے زیادہ نہ تھا۔ جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے اور کرم خوردہ کھجوروں کا آٹا اور گھن لگے جو ار اور بودار گھی سفر کا توشہ تھا۔ اور پانی تو انتہائی کمیاب تھا باوجود سواری کی قسوت کے اونٹوں کو ذبح کرتے اور اس کی آنتوں اور رگوں کی تری سے ہونٹوں کی خشکی دور کرتے تھے درختوں کے پتے کھاتے تھے جس سے سوڑے سوج گئے اور ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی مانند ہو گئے تھے۔ اغنیاء صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مدینہ سے باہر جانے میں با حکم طبع ناگواری محسوس کرتے تھے کیوں کہ میوؤں کے پکنے کا زمانہ تھا اور انہیں درختوں کے سایوں میں بیٹھنا اور پھلوں سے لطف اندوز ہونا طبعی طور پر مطلوب و مرغوب تھا۔ اس پر یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی۔

”اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ خدا کی راہ میں کوچ کرو تو تم بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کر لی اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا۔“

اس طرح تن آسانوں اور فراغت طلب کرنے والوں پر طعن و تشنیع کا کوڑا رسید کیا۔ اس غزوہ کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے کی تاریخ بلا اختلاف روز پنجشنبہ ماہ رجب ۹ ہجری تھی۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ ان دنوں ایک قافلہ شام

سے مدینہ طیبہ آیا اور انہوں نے خبر پہنچائی کہ شاہِ روم بہت بڑا لشکر جمع کر چکا ہے اور قبائل کثیرہ مثلاً لحم، جذام، عاملہ اور غسان وغیرہ قبائل عرب میں سے جو نصرانی تھے ہر قل سے بڑے خوش ہیں اور وہ سب دینِ نصاریٰ کے غلبہ کے لئے جمع ہو کر نکل آئے تھے اور وہ سب متفق و مجتمع ہو کر مدینہ کا ارادہ رکھتے تھے۔

جب حضور اکرم ﷺ نے شام کی طرف لشکر کشی کا مصمم ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قبائل کی طرف لشکر جمع کرنے کے لئے بھیجا اور ہر اس شخص کو جو جس قبیلہ کی طرف منسوب تھا اسے اسی قبیلہ کی طرف لشکر اور ساز و سامان جمع کرنے کے لئے بھیجا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو سپاہ کی تیاری اور فقر و مساکین پر تصدق و انفاق اور راہِ خدا میں اعانت و جہاد کی ترغیب و تحریر فرمائی ہر شخص نے اپنی ہمت و طاقت اور حوصلہ و امکان کی حد تک لشکر کی تیاری میں امداد کی اور مال و متاع خرچ کیا چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال و اسباب اٹھا کر لے آئے اور جو کچھ تھا راہِ خدا میں صرف کر دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جتنا بھی ان کی ملکیت میں تھا اس میں آدھا حصہ جدا کر کے لے آئے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسولِ خدا ﷺ نے لشکر تبوک کی تیاری کا شوق دلایا تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آج تو میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا آج تو میرے پاس بہت مال ہے جس میں سے آدھے مال کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا:

”اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے۔“

میں نے عرض کیا:

”اتنی ہی مقدار میں ان کے لئے چھوڑ دیا ہے۔“

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور جتنا کچھ مال ان کے پاس تھا سب لے آئے۔ ان سے بھی حضور اکرم ﷺ نے پوچھا:  
 ”اپنے اہل و عیال کے لئے کتنا ذخیرہ چھوڑا ہے؟“  
 انہوں نے کہا:-

میں نے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔

اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا بَيْنَنَا وَمَابَيْنَ كَلِمَتَيْكُمَا

تمہارے درمیان فرق مراتب اور تفاوت اتنا ہی ہے جتنا تمہاری ان دو باتوں کے درمیان پھر میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کیا:  
 ”میں آپ سے کسی بات میں سبقت نہیں کر سکتا۔“

اس غزوے میں انفاق فی سبیل اللہ میں شریک غالب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے اور (جیشِ عسرت کا سامان مہیا کرنے والے) ان کے مداح اور مناقب میں سے ہے، مروی ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ایک قافلہ مرتب فرما رہے تھے تاکہ تجارت کے لئے شام بھیجیں۔ انہوں نے یہ ارادہ ترک فرما دیا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ! یہ دو سو اونٹ جن پر پالان، پوش اور چادر وغیرہ پڑے ہوئے ہیں ہر طرح مکمل ہیں مع دو سو اوقیہ چاندی پیش خدمت ہیں۔ ان سے لشکر کی ضروریات مکمل فرمائیے۔“

ایک روایت میں ہے کہ تین سو اونٹ چہار بستہ مکمل اور ایک مشقال سونا لائے اور حضور اکرم ﷺ کے آگے ڈال دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:-

”اے اللہ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہو جائے بلاشبہ میں تو ان سے

راضی ہو گیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک صحابی جن کا نام عقبہ بن زید رضی اللہ عنہ تھا حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا ”یا رسول اللہ (ﷺ)! میں ماں و زرتور رکھتا نہیں کہ راہِ خدا میں پیش کر سکوں البتہ اپنی عزت و آبرو کو لوگوں پر حلال کرتا ہوں وہ جس طرح چاہیں میرے ساتھ پیش آئیں ان سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور جو خدمت چاہیں مجھ سے لیں اور جس طرح مدد چاہیں لیں انہیں معاف ہوگا۔“ فرمایا ”حق تعالیٰ نے تمہارے صدقہ کو قبول کر لیا۔“

حضور اکرم ﷺ نے ان اموال کو ضرورت مندوں پر خرچ فرمایا تا کہ وہ اپنی تیاری کریں اور فرمایا بہت سی نعلین (جوتیاں) ساتھ لو کیونکہ جوتیاں پہننا سواری کا حکم رکھتا ہے مروی ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے جن کے نام سیر کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ہم پا پیادہ ہیں سواری نہیں رکھتے ہمارے لئے سواری کا انتظام فرما دیجئے تا کہ سوار ہو کر جہاد میں شریک ہوں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے سواری کی قسم میں سے کچھ موجود نہیں پاتا اور نہ اس وقت اتنا صدقہ کا مال ہے جس سے تمہاری ضرورت پوری ہو سکے۔ اس پر یہ ضرورت مند اصحاب مجلس مبارک سے غمگین ہو کر حسرت سے روتے ہوئے نکلے کیوں کہ وہ ایسی کوئی چیز نہ پاسکے جو خرچ کر سکتے۔ اس جماعت کا نام ”گروہ بکائین“ ہوا۔

نیز مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ساتھیوں نے یعنی اشعریوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میں ان کے لئے حضور ﷺ سے سواری حاصل کروں۔ میں حضور ﷺ کی بارگاہِ عالی میں آیا اور عرض یا ”یا نبی اللہ (ﷺ)! مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے کہ



آپ ﷺ ان کی سواری مرحمت فرمائیں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا ”واللہ میں ان کی سواری کا انتظام نہیں کر سکتا۔ اس پر میں حضور اکرم ﷺ کے منع فرمانے سے غمزہ ہو کر لوٹا اور یہ بھی خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں حضور اکرم ﷺ میرے مانگنے پر دلگیر نہ ہوئے ہوں اور مجھ سے ناراض نہ ہو گئے ہوں۔ اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور جو کچھ حضور اکرم ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا تھا ان سے بیان کیا۔ پھر زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دیتے سنا کہ عبد اللہ بن قیس کہاں ہیں؟ یہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے میں نے جواب دیا کہ میں یہاں ہوں تو انہوں نے کہا کہ رسول خدا ﷺ تمہیں بلاتے ہیں میں جب میں بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوا تو فرمایا لو یہ چھ اونٹ ہیں۔ اپنے ساتھیوں کو سوار ہونے کے لئے دیدو۔ حضور اکرم ﷺ نے ان اونٹوں کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے خرید فرمایا تھا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ اونٹ اپنے ساتھیوں کو دیدیئے میں اپنی جگہ بے حد پشیمان اور شرمندہ تھا کہ میں نے اس کے لئے حضور اکرم ﷺ کو پریشان کیا حضور اکرم ﷺ نے عطا نہ فرمانے پر قسم یاد کی تھی میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے تو عطا نہ فرمانے پر قسم یاد کی تھی اب آپ ﷺ نے عطا فرما کر قسم کو توڑا ہے یہ کیا بات ہے؟ فرمایا خدا نے تمہیں سوار کیا ہے اور اس کا مجھے حکم دیا ہے کہ میں جب کسی معاملہ میں قسم یاد کر لوں اور میں دیکھوں کہ قسم توڑنے میں بھلائی اور خیر ہے تو میں قسم کا کفارہ دیدوں۔“

چونکہ اس سفر میں محنت و مشقت اور سختیاں زیادہ تھیں منافقوں کی اس جماعت نے جن کو معذورین کہتے ہیں عذر ظاہر کئے تھے اور ایک جماعت نے بغیر عذر کے تخلف اختیار کیا اور بیٹھے رہے اور یہ دوسروں کو بھی ہوا کی سخت گرمی و

مشقت وغیرہ سے خوف دلا کر روکتے رہے ان کا تذکرہ اور تفصیل سورۃ توبہ میں واقع ہوئی ہے۔ ان منافقوں میں ایک شخص جد بن قیس تھا اس نے آ کر کہا:

”یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے مدینہ میں رہنے کی اجازت دیجئے۔“

اور نامعقول عذر پیش کیا کہ میں عورتوں کا دلدادہ ہوں جب میں بنی الاصر کی عورتوں کو دیکھوں گا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا اور میں فتنہ میں پڑ جاؤں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے اجازت دی اور اپنا رخ انوار اس کی طرف سے پھیر لیا اور یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

”ان میں سے کوئی تم سے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے سن لو وہ فتنہ میں ہی پڑے اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔“

منافقوں کا ایک گروہ طمع غنیمت اور دنیاوی مال کی لالچ میں ہمسرا ہوا اور ان کی روانگی اور واپسی کے دوران حرکات شنیعہ اور کلمات ناپسندیدہ وجود میں آئے جب لشکر اسلام مرتب ہو گیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ مدینہ طیبہ کے باہر ”ثنیۃ الوداع“ میں جمع ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس لشکر کے امیر ہوئے۔

عبداللہ بن سلول منافق اپنے حلیفوں اور ساتھیوں کے ساتھ لشکر سے باہر نکلا اور ذباب کے مقابل (جو ایک جگہ کا نام ہے) علیحدہ ہو کر اس نے پڑاؤ کیا اور کہنے لگا کہ ”محمد“ بنی الاصر سے جنگ کرنے جا رہے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ کرنا آسان نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے ساتھی و اصحاب، پابند طوق و سلاسل ہیں اور اطراف و اکناف عالم میں متفرق ہو گئے ہیں جب ان منافقوں کے لوٹنے کی خبر حضور اکرم ﷺ کے سمع ہمایوں میں پہنچی تو فرمایا اگر اس میں کچھ ہوتا تو وہ ہم سے پیچھے نہ رہ جاتا اور فرمایا خدا کا شکر کرو کہ

شریروں کے شر سے نجات پا گئے۔

بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ سے تشریف لے جانے کا عزم فرمایا تو حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو اپنے اہل میں خلیفہ کے بنایا اس پر علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ (ﷺ)! میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا ہوں کیا وجہ ہے کہ اس مرتبہ حضور اکرم ﷺ مجھے چھوڑے جا رہے ہیں اور عرض کیا ”یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ رہے ہیں؟“ فرمایا ”اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ تمہاری بمنزلہ ہارون کے جو موسیٰ علیہ السلام سے نسبت ہے مجھے نسبت ہو لیکن فسق یہ ہے کہ ہارون علیہ السلام نبی تھے اور میرے بعد کسی کو نبوت نہ ہوگی چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے میقات چاتے وقت اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم پر خلیفہ بنایا تھا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

”اور جب کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میری قوم میں خلیفہ بنو۔“

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لائے اور ”شعبہ الوداع“ میں علم اور جھنڈوں کی ترتیب میں مشغول ہوئے اور بڑا علم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اسی طرح انصار کے ہر قبیلہ سے فرمایا کہ اپنا اپنا علم تیار کریں اور حضرت عمارہ ابن حزم رضی اللہ عنہ ایک انصاری شخص تھے حضور اکرم ﷺ نے پہلے انہیں علم عطا فرمایا اس کے بعد ان سے لے کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرما دیا حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! غالباً حضور ﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ”نہیں۔ خدا کی قسم لیکن قرآن والے کا حق مقدم ہے۔ کیوں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ تم سے زیادہ قرآن کو سینہ میں لئے ہوئے ہیں اور قرآن

ہی انسان کو مقدم کرنے والا ہے اگرچہ گوش بریدہ سیاہ فام غلام ہو۔“

جب اس مقام میں لشکر کا شمار کیا گیا تو ایک قول کے بموجب تیس ہزار کی تعداد شمار میں آئی جیسا کہ مذکور ہوا اور بعض نے ستر ہزار کہا ہے اور یہ بہت زیادہ مشہور روایت ہے اور ایک گروہ تو ایک لاکھ بتاتا ہے اور ایک روایت میں چالیس ہزار ہے اس لشکر میں دس ہزار گھوڑے سوار اور بارہ ہزار اونٹ سوار تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقدمہ پر، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو میمنہ پر، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف کو میسرہ پر مقرر فرمایا۔ اور جب ثینۃ الوداع سے لشکر نے کوچ کیا تو اس منزل میں بھی منافقوں کی ایک جماعت نے اختلاف کیا جب لشکر اسلام یہاں سے موضع جرف میں پہنچا تو عبد اللہ بن ابی ابن سلول منافق اپنے حلیفوں اور فرمانبرداروں کے ساتھ نکل آیا۔ اور لشکر اسلام قطع منازل اور طے مراحل کے بعد تبوک میں پہنچا تو وہاں دو ماہ ایک روایت میں ہے بارہ دن ایک روایت میں ہے بیس دن ٹھہرا رہا۔ تاکہ شب و روز مسافت کی کوفت سے آسودہ ہو جائیں۔

قیصر روم اور لشکر نصاریٰ نے مسلمانوں کے شوکت کی خبر سنی اور مسلمانوں کے دین کی عزت اور سید عالم ﷺ کی قوت اعجاز کا تصور کیا تو ان کے دلوں میں ایک خوف اور رعب طاری ہو گیا۔ اور ان کی طرف سے کوئی حرکت اور کوچ کرنا وجود میں نہ آیا۔

مواہب میں، صحیح بن حبان سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس غزوے میں بھی ایک مکتوب گرامی ہرقل کے نام بھیجا اور اسے اسلام کی دعوت دی قریب تھا کہ وہ اسلام قبول کر لے مگر نہ کر سکا مسند امام احمد میں مروی ہے کہ ہرقل نے لکھا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جھوٹ کہتا ہے

وہ دشمن خدا اپنی نصرانیت پر قائم و باقی ہے۔“

القصہ حضور اکرم ﷺ نے ولایت شام جانے اور وہاں سے سربراہوں اور حاکموں کے ساتھ بات کرنے کے بارے میں اعیان انصار و مہاجرین سے مشورہ فرمایا اور ان صحابہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضور ﷺ کا یہ مشورہ فرمانا بحکم الہی و شاورہم فی الامر کے تحت تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! اگر حضور ﷺ تشریف لے جانے پر مامور ہیں تو تمام آپ ﷺ کے ملازم رکابِ فلک فرما ہوں گے اور جہاں آپ ﷺ توجہ فرمائیں گے اور قدم اجسلاں فرمائیں گے۔ ہم سب آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میں خدا کی جانب سے مامور ہوتا تو تم سب سے کیوں مشورہ کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! شاہِ روم کا لشکر بہت بڑا اور بہت زیادہ ہے اور لشکر اسلام کی حالت سے حضور ﷺ باخبر ہیں اور قیصر روم اپنے کتے کبے پر شرمندہ و پشیمان بھی ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کی ہیبت و شوکت کا غلغلہ ان شہروں میں خوب پھیل چکا ہے آپ ﷺ کا خوف و رعب ان رومیوں کے دلوں پر غالب آچکا ہے اگر امسال لوٹ کر دوسرے سال قصد فرمائیں تو انب و اولیٰ ہو گا۔ اور حکم حضور ﷺ ہی کا بلند و برتر ہے۔ چونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے درست و صواب تھی حضور اکرم ﷺ نے عمان مراجعت، بجانب مستقرِ عزت و کرامت منعطف فرمائی منقول ہے کہ منزل تبوک کے قیام کے زمانہ میں بحیر بن رویہ جو ایلہ کا بادشاہ تھا بارگاہِ سید عالم ﷺ میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کیا باہمی مصالحت واقع ہوئی اور اسے ایک عہد نامہ میں لکھا گیا۔

اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ مزنیہ قبیلہ کے

باشدوں میں سے تھے اور وہ اپنے والد سے یتیم ہو گئے تھے۔ مسلمان ہونے سے پہلے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ اور ان کے چچا ان کی کفالت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہوئے اور ان کے پاس کئی اونٹ و بکریاں اور غلام پیدا ہوئے۔ ان کے دل میں اسلام کی محبت مرکوز تھی اور ہمیشہ چاہتے تھے اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں۔ لیکن اپنے چچا کے خوف سے ایمان نہ لا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا کہ رسول خدا ﷺ فتح مکہ سے واپس آ گئے اس وقت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا سے کہا:

”اے چچا! میں ساری عمر تیرے اسلام لانے کا منتظر رہا مگر تیری طرف سے محمد ﷺ کی متابعت کا شوق اور جذبہ نہیں پایا۔ اب میں مزید اپنی عمر کا بھروسہ نہیں رکھتا مجھے اجازت دے کہ میں جا کر مسلمان ہو جاؤں؟ اس کے چچا نے کہا خدا کی قسم! اگر تو ایمان لے آیا اور محمد ﷺ کی متابعت کی تو جو کچھ میں نے تجھے دے رکھا ہے سب چھین لوں گا۔ حتیٰ کہ تمہارے جسم پر جو کپڑے ہیں انہیں بھی اتار لوں گا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں مسلمان ہوتا ہوں اور شرک و بت پرستی کو چھوڑتا ہوں اور میرے ہاتھ میں جو مال و اسباب ہے تو سب لے لو میں اس سے دست کش ہوتا ہوں آخری وقت میں تو ہر چیز یوں بھی چھوڑنی ہوگی میں اس کی خاطر دین حق سے باز نہیں آسکتا۔“

یہ کہہ کر سب کچھ چھوڑ دیا اور کپڑے اتار کے اپنی والدہ کے پاس گئے ان کی ماں نے جب یہ حال دیکھا تو کیفیت پوچھی انہوں نے فرمایا:

”میں بت پرستی اور دنیا طلبی سے بیزار ہوں مسیری تمننا ہے کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مومن و موحد ہو جاؤں۔“

مجھے کچھ کپڑا دو جس سے میں اپنا ستر چھپاؤں ماں نے انہیں چادر دی

انہوں نے اس کے دو حصے کئے ایک حصہ کا تہبند اور دوسرے کی چادر بنائی۔ اس سبب سے ان کا لقب ”ذوالبجا دین“ ہوا۔ بجا د کے معنی گلیم درشت (موٹی چادر) کے ہیں۔ اس کے بعد وہ بارگاہ بیکس پناہ ﷺ کی طرف چل دیئے۔

سحر کے وقت عبد اللہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ پہنچے اور مسجد نبوی شریف میں ٹھہرے جب حضور اکرم ﷺ نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور حضور ﷺ کی نظر مبارک ان پر پڑی تو فرمایا: ”تم کون ہو؟“ انہوں نے کہا: ”میں فقیر و مسافر آپ ﷺ کا عاشق جمال ہوں میرا نام عبد اللہ العزی رضی اللہ عنہ ہے۔“ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا نام عبد اللہ اور تمہارا لقب ذوالبجا دین ہے ہمارے کا شانہ اقدس کے قریب ہمارے پاس رہو۔“ اس کے بعد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ کے درمیان جہاں حضور اکرم ﷺ کے مہمان رہا کرتے تھے رہنے لگے۔ اور حضور اکرم ﷺ سے قرآن کریم یاد کیا کرتے تھے اس زمانہ میں صحابہ لشکر تبوک کی تیار یوں میں مشغول تھے اور وہ مسجد شریف میں ذوق و شوق کے ساتھ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ اعرابی بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتے ہیں ان کی بلند آوازی لوگوں کی نماز و قراءت میں مزاحم ہوتی ہے۔“

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اے عمر رضی اللہ عنہ! ان کو اپنے حال میں چھوڑ دو۔ اس لئے کہ وہ نکالا ہوا اور خدا اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے والا ہے۔“

اس کے بعد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے تبوک تک پہنچ گئے اس مقام میں انہیں بخار آیا اور وفات پائی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حارث مزنی فرماتے ہیں کہ رات کا وقت تھا جبکہ انہیں دفن کے لئے لے گئے میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ موزن، ایک چراغ ہاتھ میں لئے ہیں اور سید عالم ﷺ کی قبر کے اندر تشریف فرما ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ان کو قبر میں اتار رہے ہیں اور حضور ﷺ فرما رہے ہیں اپنے بھائی کو عزت کے ساتھ لاؤ۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے دعا مانگی:

”اے خدا یہ میری خدمت میں دن رات رہا ہے، میں اس سے راضی ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہو جا۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کاش کہ میں اس صاحبِ لحد کی جگہ ہوتا۔

اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اکیدر اور مصاد کے خون سے درگزر فرمایا اور ان پر جزیہ قائم کر دیا اور ان کے لئے امان نامہ تحریر فرما دیا بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ جب وہ مدینہ آئے تو اسلام لے آئے۔



# کتابیات

- |   |   |
|---|---|
| ☆ | بخاری شریف  |
| ☆ | صحیح مسلم شریف  |
| ☆ | ترمذی شریف  |
| ☆ | خصائص الکبریٰ   |
| ☆ | دلائل النبوة  |
| ☆ | موطا امام مالک  |
| ☆ | الطبقات الکبریٰ   |
| ☆ | سیرة النبی ﷺ ..... ابن ہشام                               |
| ☆ | سیرت نبوی ﷺ ..... شبلی نعمانی                             |
| ☆ | آئوۃ رسول اکرم ﷺ ..... حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی |
| ☆ | سیرت رسول عربی ﷺ ..... مولانا نور بخش توکلی               |
| ☆ | سیرة المصطفیٰ ﷺ ..... علامہ عبدالمصطفیٰ                   |
| ☆ | سیرة المصطفیٰ ﷺ ..... مولانا محمد ادریس کاندھلوی          |
| ☆ | تاریخ اسلام ..... اکبر شاہ نجیب آبادی                     |

- ☆ حضور نبی کریم ﷺ کے عزیز واقارب از محمد اشرف شریف
- ☆ امہات المؤمنین از قاری محمد رضا المصطفیٰ
- ☆ حیات رسول ﷺ از محمد ایوب
- ☆ سیرۃ الرسول ﷺ از شاہ معین الدین ندوی
- ☆ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی
- ☆ رسول اللہ ﷺ کے غزوات از قاری گلزار احمد مدنی



صَلَّى اللهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

# حضرت نبی کریم کے

# غزوات

